

## فہرست مضامین

3	علامہ عطاء اللہ ہندیالوی	ضیاء البیان فی تفسیر القرآن	تعلیم القرآن
6	ادارہ	مومن سراپا محبت	تعلیم الحدیث
7	مدیر	عالیٰ اور ملکی استعمار کی دین دشمنی	اداریہ
10	مفتی خالد سیف اللہ رحمانی	اوحام پرستی اور اسلام	اصلاح عقائد و اعمال
15	قاری سمیع اللہ	دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی فکر	اصلاح عقائد و اعمال
18	مولانا مفتی محمد ایاز	دور جدید کی نئی بدعات	سنت و بدعت
26	مولانا زاہد الراشدی	دور جدید کے فکری تقاضے اور علماء کرام	تعمیر فکر و کردار
31	خالد رحمن	بے تکلفی	سیرت و تاریخ
33	عبد اللہ فارانی	تعلیم یافتہ لڑکا	نجوم ہدایت
38	ارشاد الرحمن	محاسبہ اور تربیت نفس	تزکیہ و تربیت
41	اوریا مقبول جان	تبلیغی جماعت پر پابندی۔۔۔؟؟	حالات حاضرہ
45	محمد ندیم	اسلام اور پاکستان کے خلاف یہود و ہنود کی سازشیں	حالات حاضرہ
50	ڈاکٹر عبد اللہ	عورت۔۔۔۔۔ مغربی فکری یلغار کے تناظر میں	گوشہ خواتین
52	ام رومان	ایک نصیحت ایک درخواست	گوشہ خواتین
53	مولانا عبد الباری راشد	دین کے لہارے میں دین کو نقصان پہنچانے والے کی سزا	مقالات و مضامین
56	ادارہ	ادب رسول ﷺ اور صحابہ کرام	فکر و دانش
57	انجینئر شمس الحق آفریدی	جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں	اخبار و احوال
63	ترجمہ و انتخاب: مولانا عبد الباری راشد	نداء للعلماء (علماء کرام سے خطاب)	نظم

# ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

سورۃ البقرہ

علاء عطاء اللہ بسری لوی

## ﴿سورۃ البقرہ (۹۷-۱۰۲)﴾

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ  
 لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝ وَلَقَدْ  
 أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوْ كَلِمَاتٍ عَهْدًا عَهْدًا تَبَدَّلًا فَرِيقٌ مِنْهُمْ ط بَلَّ  
 أَكْثَرَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ  
 أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكِ  
 سُلَيْمِينَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمِينَ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَةَ ۖ وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ  
 بِبَابِلَ هَازُوتَ وَمَارُوتَ ۖ وَمَا يَعْلَمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ  
 مِنْهَا مَا يَفْقَهُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۖ وَمَا هُمْ بِضَآئِرِينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا  
 يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۖ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۖ وَلِكَيْتُمْ مَا شَرَوْا بِهِ  
 أَنْفُسَهُمْ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۖ

ترجمہ:

- (میرے پیغمبر) آپ ان سے کہیں کہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے۔ (تو اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ جبریل نے یہ کلام اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا ہے، جو کلام پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہ کلام مومنوں کے لیے سرپا ہدایت اور خوشخبری ہے۔
- جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے، تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔
- اور بے شک ہم نے آپ کی طرف واضح نشانیاں اتاری ہیں جن کا انکار نافرمانوں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔

- (کیا ان کا ہمیشہ یہی و طیرہ نہیں رہا) کہ جب بھی انہوں نے کوئی عہد و قرار باندھا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ دیا، بلکہ ان میں سے اکثر (سچے دل سے) ایمان نہیں لاتے۔
- اور جب ان کے ہاں اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ جو ان کے پاس ہے، تو اہل کتاب میں سے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب (تورات، انجیل) کو اس طرح پس پشت ڈال دیا، گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔
- اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے، جسے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھا کرتے تھے (حالانکہ) سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کا ارتکاب تو ان شیطانوں نے کیا، جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ نیز یہ لوگ اس علم کے پیچھے لگ گئے، جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت، ماروت پر اتارا گیا، اور وہ دونوں کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے، جب تک یہ نہ کہہ دیتے، کہ ہم تو محض آزمائش ہیں، تو (یہ علم سیکھ کر) کفر میں مبتلا نہ ہو، پھر بھی وہ لوگ ان دونوں (فرشتوں) سے وہ چیز سیکھتے تھے جو مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں (حالانکہ) وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ باتیں سیکھتے ہیں، جو ان کے لیے نفع مند نہیں، بلکہ نقصان دہ ہیں۔ اور یہ بات بھی وہ بخوبی جانتے ہیں، کہ (اس علم کے) خریدار کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور کتنی بری چیز ہے، جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں بہترین بدلہ پاتے کاش ان کو سمجھ ہوتی۔

### تفسیر و تشریح:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا... الخ

یہاں سے لے کر آیت ۱۰۳ تک یہود کے تین شبہات کے جواب دیئے جائیں گے، یہ ان کے پہلے شبہ کا جواب ہے، کہ ہم اس قرآن کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس کا لانے والا جبریل علیہ السلام ہے، اور جبریل ہمارا پرانا دشمن ہے، جو ہمارے آباء و اجداد پر عذاب، ہلاکت اور قحط سالی کے پیغام لاتا رہا۔ اگر میکائیل و جی لاتا تو ہم تسلیم کر لیتے۔ اس کا جواب دیا کہ جبریل سے دشمنی بلا وجہ اور بے انصافی پر مبنی ہے، اس نے تو اللہ کے حکم سے وحی اتاری، جو وحی اتاری وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، وہ وحی نری ہدایت اور خوشخبری ہے۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۱۰۳﴾

ہم نے آپ پر کھلی آیات اور واضح دلائل توحید کے نازل کئے ہیں جن کو دیکھ اور سن کر انہیں ایمان قبول کر لینا چاہیے تھا، مگر انکار اور عہد شکنی ان کی پرانی عادت ہے۔

وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ ۚ -- الخ

یہ دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ ہمیں سلیمان علیہ السلام کے دور کی کچھ تحریریں ملتی ہیں جو سلیمان علیہ السلام کی تحریر کردہ ہیں، جن میں جادو کی تعلیم اور غیر اللہ کی پکار موجود ہے۔ یہود بھی عجیب لوگ تھے، اللہ کی کتاب کی واضح ہدایات جو توحید پر مبنی تھیں، انہیں چھوڑ کر ان تحریروں کے پیچھے بھاگنے لگے جو جنات اور شیطانوں نے لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب کر دیں، اور نسلاً بعد نسل مدینہ کے یہود تک پہنچی تھیں۔ جس طرح یہودیوں نے جادو اور شرک پر مبنی تحریریں حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب کر کے عوام الناس کو درغلا یا، اسی طرح آج بھی کچھ نادان قرآن و حدیث میں بیان شدہ خالص توحید کے مقابلے میں بزرگوں کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں، جن سے شرک و بدعات کی تائید ہوتی ہے۔ دراصل وہ عبارت اس بزرگ کی نہیں ہوتی، بلکہ غلط عقیدوں کے پرچار کرنے والوں نے ان سے منسوب کر دی ہوتی ہے۔ یاد رکھیے! شریعت اولیاء کے تابع نہیں ہوتی، بلکہ اولیاء شریعت کے تابع ہوتے ہیں۔

وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ الْهٰكِكِيْنَ بِبَابِلَ ۙ هٰرُوتَ وَمٰرُوتَ ۗ -- الخ

یہ تیسرے شبہ کا جواب ہے، یعنی ہاروت و ماروت فرشتے تھے، اور جادو کی تعلیم دیتے تھے، اور جادو میں غیر اللہ کی پکار ہوتی ہے، معلوم ہوتا ہے، مصائب میں غیر اللہ کی پکار جائز ہے۔ ما انزل میں ما نافیہ نہیں بلکہ موصولہ ہے۔ اور عطف "مَا تَتْلُوا" پر ہے۔ معنی ہو گا یہ یہود اس علم کے پیروکار ہو گئے، جو بابل شہر میں ہاروت، ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا۔ حالانکہ اس کی حقیقت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو عملی طور پر بتائیں کہ انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے معجزے میں اور شعبہ ہائے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے جادو میں بہت فرق ہے۔ اس دور میں جادو عام ہونے کی وجہ سے لوگ معجزے اور جادو میں فرق کرنے سے قاصر تھے، لوگوں کو اس مغالطے سے بچانے کے لیے فرشتوں کو اتارا گیا۔ وہ لوگوں کو جادو کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے تھے، کہ جادو کرنا کفر ہے، ہم آزمائش کے لیے اتارے گئے ہیں۔ تم جادو کو سیکھ کر جادو کرنے کرانے کے چکر میں نہ پڑ جانا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے پولیس میں بھرتی ہونے والے سپاہی کو بتایا اور سکھایا جائے، کہ چور کے چوری کرنے کے یہ طریقے ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تم نے چوری کرنے کے طریقے سیکھ لیے ہیں لہذا چور بن جاؤ۔ ان لوگوں نے منع کرنے کے باوجود جادو کا علم سیکھ لیا اور اسے بطور کاروبار استعمال کرنے لگے اور میاں بیوی میں جدائی ڈال کر خاندانوں کا سکھ اور چین چھیننے لگے۔

## مومن سراپا محبت

ادارہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُؤْمِنُ مَالِفٌ وَلَا خَيْرَ فِي مَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ» [احمد، مشکوٰۃ]

ترجمہ:

سیدنا ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”مومن سراپا الفت و محبت ہے اور اس شخص میں ذرا خیر نہیں جو نہ خود کسی سے محبت رکھتا ہے اور نہ دوسرے اس سے محبت رکھتے ہیں۔“

تشریح:

دین دراصل خیر خواہی کا نام ہے ”الَّذِينَ التَّصِيْحَةُ“ دین سر تا پیر خیر خواہی ہے۔ خیر خواہی کا لازمہ ہے محبت۔ مومن تمام انسانوں کا خیر خواہ ہوتا ہے اور سب سے محبت کرتا ہے۔ اور فطری نتیجے کے طور پر دوسرے انسان بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ جو شخص نہ دوسروں سے محبت کرتا ہے اور نہ دوسرے اس سے محبت کرتے ہیں، ایسے شخص میں بھلا کیا خیر اور بھلائی ہو سکتی ہے؟

### ایک مشورہ

حدیث نبوی ﷺ کی رو سے اللہ تعالیٰ کو وہ اعمال زیادہ پسند ہیں جو ہمیشہ کئے جائیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔ لہذا اگر ہم روزانہ قرآن مجید کا ایک پارہ تلاوت کریں تو ہر ماہ قرآن کریم مکمل ہو سکتا ہے۔ ایک پارے میں عموماً ۲۰ صفحات ہوتے ہیں۔ اگر ہم ہر نماز سے پہلے صرف چار صفحات کی تلاوت کر لیں تو ایک تو تکبیر اوٹل مل جائے گی اور دوسرا مسجد میں جلدی جانے کے عادی ہو جائیں گے اور ساتھ ایک پارہ ختم کرنے میں کوئی دشواری بھی پیش نہیں آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے نامہ اعمال میں بے شمار نیکیاں جمع کر لیں گے اور مشقت کا احساس بھی نہ ہوگا۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوگا جب میزانِ عدل قائم ہوگی اور ہماری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور پھر ہمیں نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ ان شاء اللہ۔

## عالمی اور ملکی استعمار کی دین دشمنی

مدیر

جب یورپ میں سائنس کا آغاز ہوا تو چرچ نے سائنس کا راستہ روکا اور سائنسی علوم و تحقیقات میں دلچسپی لینے والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ اس سے اہل سائنس نے چرچ کے بجائے مذہب کو اپنا مد مقابل سمجھ لیا اور جب اس تاریخی جنگ میں چرچ نے پسپائی اختیار کی تو اہل سائنس نے یورپی معاشرہ میں سے مذہب کو بھی خارج کر دیا۔ پہلے مذہب کو اجتماعی زندگی میں سے خارج کر کے انفرادی سطح تک محدود کیا گیا اور بالآخر یہ ”انفرادی سطح“ بھی محض ”ذاتی معاملہ“ اور ہر فرد کی اپنی مرضی کی قربان گاہ پر قربان کر دی گئی۔ یہ یورپ کی تاریک صدیاں اور تاریک تاریخ ہے۔

لیکن الحمد للہ کہ ہمارا معاملہ یہ نہیں۔ ہم روشن تاریخ کے مالک اور قافلہ علوم کے رہبر و ہمنما ہیں۔ اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی علم ہی عظمت کا اعلان کیا اور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں علم کی ایسی جوت جگائی کہ عرب کے صحرائے انشین تاریخ علم کا سر عنوان ٹھہرے۔ تاریخ میں سائنس کا زرین دور اور سائنسی ترقی کا تابناک عہد وہی ہے تو تاریخ اسلام کا بھی سنہری زمانہ ہے۔

یورپ کا جدید انسان اپنے مخصوص ماحول کی وجہ سے ادھوری شخصیت کا مالک اور چرچ کی منفی تاریخ کی بنا پر کچھ غیر فطری تعصبات کا شکار ہے۔ اس لئے وہ صرف چرچ یا صرف عیسائیت کو نہیں بلکہ ہر مذہب کو مٹا دینے پر تلا ہوا ہے۔ دیگر مذہب نے اس معرکہ میں پسپائی اختیار کی اور ”انفرادی زندگی“ کے گوشہ عافیت میں پناہ ڈھونڈ لی ہے۔ مگر اسلام معاشرہ میں اپنے قائدانہ کردار کو ترک کرنے پر تیار نہیں۔ اس لیے شیطانی ولادینی طاقتوں کا اصل ہدف اسلام ہے۔

اس وقت وہ اس جنگ میں مکمل یکسو ہیں اور اس کی خاطر ہر حربہ استعمال کرنے کو تیار ہیں بلکہ تیار کر رہے ہیں مثلاً برطانوی وزیر اور امریکی لیڈر خود تسلیم کر چکے ہیں کہ داعش انہوں نے بنائی تھی مگر اب داعش کا بہانہ بنا کر وہ مشن وسطیٰ کی مسلمان آبادی کو تہس نہس کر رہے ہیں اور ان کے وسائل کو بے دریغ

لوٹ رہے ہیں۔ امریکہ تسلیم کر چکا کہ عراق میں خطرناک ہتھیاروں کی موجودگی کے دعوے جھوٹ کا پلندہ تھے مگر اس جھوٹے بہانے کی بنیاد پر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ لاکھوں مسلمان قتل ہو گئے اور لاکھوں بے گھری کے عذاب میں دھکیل دیے گئے مگر انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔

کوئی نہیں جو ان قاتل اور جھوٹے مغربی رہنماؤں سے پوچھ سکے کہ جھوٹ کے سہارے انسانیت کا یہ قتل عام کیوں اور کب تک؟

یہ سارا ظلم صرف اس لیے کہ ہمارے اہل سیاست نااہل اور ان کے ہاتھ پر بکے ہوئے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف ریمنڈ ڈیوس کو چھوڑ دے، زرداری ایبٹ آباد کے واقعہ پر خوشی کے شادیاں بچائے اور مسلم لیگ حکومت تبلیغی جماعت پر پابندی لگائے کیونکہ یہ سب اپنے مغربی آقاؤں کے تابع فرمان اور ان کے تنخواہ دار غلام ہیں۔

ہمارے حکمران مغرب کے لادین ایجنڈے پر کام کر کے اپنا ایمان کیسے بچا پالیں گے اور آخرت میں خدا کی بارگاہ میں کیا جواب دیں گے! جو ان کے حمایتی اور سپورٹر ہیں انہوں نے بھی خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ وہ اس پیشی کا جواب ابھی سے سوچ لیں یا اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے حکمرانوں کی بے دینی کو روکنے کی کوشش کریں۔

ہمارے حکمران آئے دین دینی مدارس اور دینداروں کے خلاف شکنجہ مزید کس رہے ہیں۔ دینی مدارس پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی جا رہی ہے اور علماء کو تنگ کیا جا رہا ہے مگر وہ جان لیں کہ خدائے ارض و سماء نے قیامت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی مکافات عمل کا ایک نظام رکھا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جیسے مخلص اور خالص غیر فرقہ وارانہ جماعت پر پابندی کے ذریعہ وہ اس نظام کی گرفت میں آچکے اور اب ان پر عذاب کا کوڑا برسے میں کوئی دیر باقی نہیں رہی۔ اللہ اس ملک کی حفاظت فرمائے۔

غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت نے تو واضح کر دیا کہ اہل اقتدار کو دین، وطن اور تہذیب سے کوئی لگاؤ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے بصیرتی اور بے ہمتی کی بیماریاں بھی لاحق ہیں۔ اپنے آقاؤں کا غلط حکم ماننے سے انکار کی ہمت بھی نہیں رکھتے اور ان کا حکم ماننے کی صورت میں ملک میں لگنے والی آگ کو دیکھنے کی بصیرت و بصارت سے بھی محروم ہیں۔ انہیں ووٹ اور سپورٹ سے نوازنے والے عوام سے ہی پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر کب تک؟ وہ کب تک اور کیوں انہی بے حمیت و بے بصیرت لوگوں کو سر پر اٹھائے رکھیں گے۔

غازی صاحب کے حوالے سے آج میڈیا کے بڑے اداروں نے جس بلیک آؤٹ کا مظاہرہ کیا، اس سے میڈیا کی آزادی اور اہل اقتدار کی جمہوریت نوازی بھی سامنے آگئی۔ کیا میڈیا کو صرف فحاشی و عریانی کی آزادی ہے؟

مارچ میں قرارداد پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے ہر چینل پر گز گز بڑی زبانیں باہر نکال نکال کر اور منہ پھیلا پھیلا کر دانشوری بگھارنے والے کیا یہ بتانا گوارا کر سکیں گے کہ کیا دین دشمنی و دین بیزاری اور عریانی و فحاشی کی سرپرستی ہی نظریہ پاکستان کا تقاضا ہے  
حذر اے چہرہ دستیاب! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

سید کفایت بخاری

۲۹ فروری ۲۰۱۶ء

## رات سونے سے پہلے کے مسنون اعمال

- |    |   |
|----|---|
| 1  | بسم اللہ پڑھ کر گھر کے دروازے بند کرنا                                  |
| 2  | کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانکنا  |
| 3  | چولہا، موم بتی، چراغ یا ہینڈ وغیرہ بجھا دینا                            |
| 4  | وضو اور مسواک کرنا  |
| 5  | سورۃ الملک کی تلاوت کرنا  |
| 6  | اللہ سے سچی توبہ کرنا   |
| 7  | سب کو معاف کر دینا  |
| 8  | کسی کا قرض ذمہ میں ہو تو اس کے لیے وصیت لکھ کر سونا                     |
| 9  | 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا    |
| 10 | آیۃ الکرسی کی تلاوت کرنا  |
| 11 | آخری 3 سورتیں 3، 3 مرتبہ پڑھ کر تھیلیوں پر پھونکنا اور بدن پر پھیر لینا |
| 12 | بستر، جھاننا اور داہنی کروٹ پہ قبلہ زو لیٹنا                            |

## اوہام پرستی اور اسلام

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی  
(رکن السہد الاسلامی حیدرآباد اٹلیا)

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے، خدا کا کوئی کنبہ اور خاندان نہیں اور نہ اس کے لیے اولاد اور اعزہ و اقارب ہیں۔ اور خدا اپنی صفات اور اختیارات کے اعتبار سے بھی یکتا و بے مثال ہے، حیات و موت کی کلید اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، وہی رزق دیتا ہے، رزق میں وسعت اور تنگی بڑھاتا ہے اور رزق سے محروم کرتا ہے، وہی نفع پہنچاتا ہے اور وہی نقصان سے دوچار کرتا ہے، کامیابی و ناکامی اور فتح و شکست اسی کے حکم سے وابستہ ہے۔ توحید کا یہ تصور در در سر جھکانے سے انسان کو بچاتا ہے اور بہت سی غلامیوں سے نجات عطا کرتا ہے، انہی غلامیوں میں سے ایک توہمات کی غلامی ہے۔

اوہام پرستی بھی ایک طرح کی غلامی ہے، کہ آدمی اپنے پاؤں کی ٹھوکروں میں رہنے والی چیزوں سے بھی ڈرنے اور خوف کھانے لگے اور اس سے اپنے نفع و نقصان کو وابستہ کر لے، اگر سامنے سے کوئی جانور نکل جائے تو آدمی سمجھے کہ یہ سفر ناکام ہو گا، گھر پر کوئی پرندہ بیٹھ جائے تو اس کو اپنے لئے مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھنے لگے، کسی خاص پتھر کی انگوٹھی سے کامیابی اور نفع کی امید رکھے، کسی مہینہ، دن اور گھڑی کو نامبارک، منحوس اور اشہب ”تصور کرنے لگے: یہ سب توہمات کی غلامی ہے، جو شخص عقیدہ توحید سے محروم ہو اور خدا پر اس کا یقین کامل نہ ہو، مشکل ہے کہ وہ اس غلامی سے آزاد ہو سکے، یہی وجہ ہے ایسے ترقی یافتہ ممالک جہاں سو فیصد تعلیم یافتہ لوگ پائے جاتے ہیں، وہاں بھی لوگ بعض اعداد کو منحوس سمجھتے ہیں، ہونٹوں میں اس نمبر کے روم نہیں رکھے جاتے۔

جو شخص توحید پر جتنا پختہ یقین رکھتا ہو اور اللہ پر جس کا جتنا زیادہ ایمان ہو، وہ اسی قدر اوہام پرستی کی اس مصیبت سے آزاد اور توہمات کا اسیر بننے سے محفوظ رہے گا، اسلام کی آمد سے پہلے عربوں میں اس طرح کے توہمات پائے جاتے تھے، لوگ سفر کے لیے نکلتے، پرندے کو اڑایا جاتا، اگر وہ دائیں جانب اڑتا، تو اسے نیک

فال تصور کرتے اور سفر کرتے اور اگر بائیں طرف سے اڑتا تو بدفالی لیتے اور سفر سے گریز کرتے، اسی طرح اٹلو کو منحوس پرندہ خیال کرتے، کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا تو سمجھتے کہ یہ گھر اجڑ جائے گا، صفر کے مہینہ کو نامبارک سمجھتے، سمجھتے کہ اس ماہ میں جو کاروبار ہو گا نقصان سے دوچار ہو گا، جو سفر ہو گا وہ نامراد ہو گا، جو شادی ہو گی وہ ناکام ہو گی، رسول اللہ ﷺ نے ان تصورات کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

[بخاری: باب الخدام]

دوسرے کو بیماری لگنے، پرندہ سے بدفالی، الود اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں۔ عربوں میں ایک خیال یہ تھا کہ صحراء میں کچھ شیاطین ہوتے ہیں، جو رنگ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور راہ گیروں کو راستہ سے بھٹکانے کا کام کرتے ہیں، عرب ان کو غول کہا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس تصور کی بھی نفی فرمائی۔

[فتح الباری: ۱/۱۶۸]

عرب شوال کے مہینہ کو بھی نامبارک اور شادی بیاہ کے لیے ناموزوں تصور کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے شوال میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی بھی ہوئی، چنانچہ حضرت عائشہؓ اس خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ میرے نکاح سے زیادہ بابرکت نکاح کون سا ہو سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر جس قدر قوی ایمان ہو گا، ادھام پرستی سے انسان اسی قدر دور رہے گا، اسلام نے توحید کے عقیدہ کو لوگوں کے ذہن میں ایسا راسخ کر دیا تھا کہ وہ اس قسم کے تصور کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے تھے، حضرت زینرہؓ ایک صحابیہ ہیں، ایمان لائیں، لوگوں نے اتنا ظلم کیا کہ آنکھ کی پینائی جاتی رہی، لوگ کہنے لگے کہ دیویوں، دیوتاؤں کو برا بھلا کہنے اور ان کا انکار کرنے کی وجہ سے پینائی سے محروم ہو گئی ہے، ہمارے زمانہ میں عورتیں تو کیا مرد بھی اور جاہل وان پڑھ تو کیا پڑھے لکھے بھی ایسے موقعوں پر گرفتار ادھام ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت زینرہؓ کی فکر میں ذرا بھی تزلزل نہیں آیا کہ ان کی صرف بصارت اللہ نے لی تھی، وہ ایمان اور ایمانی بصیرت سے محروم نہیں ہوئی تھیں حضرت زینرہؓ کہتی ہیں کہ یہ سب اللہ کے فضل اور اس کے حکم سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی استقامت اور ثابت قدمی سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ ان کی بصارت لوٹ آئی۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ جب مصر کا علاقہ فتح ہوا، مصر کی معیشت کا مدار دریائے نیل پر تھا، یہاں معمول تھا کہ یہ دریا جب خشک ہو جاتا تو ایک کنواری لڑکی کو دلہن بنا کر دریا کے بیچ میں ڈال دیا جاتا، دریا کی بلا خیز موجیں اٹھتیں اور اسے موت کی نیند سلانے کے بعد جاری ہو جاتیں، جب مصر کے خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں آنے کے بعد دریا خشک ہوا اور گورنر مصر حضرت عمر ابن العاص رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے اولاً تو انکار کیا، پھر لوگوں کے اصرار پر مشورہ کے لئے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کو خط لکھا، حضرت عمرؓ نے اپنے جواب کے ساتھ ایک اور تحریر دریائے نیل کے نام لکھا اور ہدایت دی کہ اس تحریر کو دریائے نیل میں ڈال دیا جائے، حضرت عمرؓ نے اپنی اس تحریر میں دریا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا، ”کہ اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ تو جاری ہو جائے اور اگر اللہ کے حکم سے جاری نہیں ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں“ حسب ہدایت یہ تحریر دریا میں ڈال دی گئی اور دریائے نیل اس شان سے جاری ہوا کہ دوسرے دن (جو ہفتہ کا دن تھا) سولہ ہاتھ پانی ہو گیا۔

[البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۰۰]

اسی طرح کا ایک واقعہ ہندوستان کے ساحلی علاقہ میں پیش آیا، جس کا تذکرہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے کہ یہاں کے لوگ کافر تھے، یہاں ہر ماہ شیطان وارد ہوتا، اس کے لئے سمندر کے کنارے ایک بت خانہ بنا دیا تھا، جو بد خانہ کہلاتا تھا، جو دن شیطان کی آمد کا ہوتا، لوگ اس دن ایک کنواری لڑکی کو سنوار کر اس بد خانہ میں بٹھالیتے، رات میں وہیں چھوڑ دیتے، جب صبح کو آتے تو اسے اس حال میں پاتے کہ وہ مردہ ہوتی اور کنواری نہ ہوتی، اتفاق سے یہاں ایک مغربی تاجر ابو البرکات بربری جو حافظ قرآن تھے، آئے تھے، وہ ایک بوڑھی خاتون کے مہمان تھے، ایک دن جب اپنے میزبان کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ خلاف معمول وہ بوڑھی خاتون بہت سی عورتوں کے ساتھ مصروف گریہ و بکا ہے، ایک ترجمان کے واسطے سے صورت حال دریافت کی تو معلوم ہوا کہ شیطان سے بچاؤ کے لیے آج اس کی اکلوتی بیٹی کے نام قرعہ فال نکلا ہے۔

شیخ ابو البرکات کی داڑھی نہ تھی، انہوں نے پیشکش کی کہ آج اس لڑکی کی جگہ وہ جائیں گے، چنانچہ وہ بد خانہ میں بیٹھ گئے اور قرآن کی تلاوت کا سلسلہ جاری رکھا، اسی طرح پوری رات گزری، جب معمول کے مطابق لوگ صبح میں تحقیق حال کے لیے پہنچے تو دیکھا کہ وہ زندہ و سلامت ہیں اور تلاوت میں مصروف ہیں، یہ خبر شدہ شدہ پورے علاقہ میں پھیل گئی اور علاقے کے راجہ تک اطلاع پہنچی، ابن بطوطہ نے اس کا نام ”وشنوازہ“ لکھا ہے، عجب نہیں کہ یہ وشنو راجہ کی بدلی ہوئی صورت ہو، شیخ نے راجہ پر بھی اسلام پیش کیا،

اس نے کہا کہ آئندہ ماہ تک میرے پاس رہو، اگر آئندہ مہینہ میں بھی تم یہی عمل کر کے دکھاؤ اور ہم لوگوں کو اس شیطان کی ابتلاء سے بچا سکو تب ہم ایمان لے آئیں گے، اگلے ماہ بھی یہی واقعہ پیش آیا، چنانچہ راجہ مسلمان ہو گیا اور راجہ کے ساتھ رعایا کے اکثر لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ [رحلۃ ابن بطوطہ:- ۵۸۹۹۰/۱]

اگر ایمان قوی ہو اور اللہ سے نفع و نقصان کا سچا یقین ہو تو ایک جاہل اور ان پڑھ شخص بھی ایسے ادھام و خرافات میں مبتلا نہیں ہو سکتا، تیمور لنگ کوئی عالم و فاضل حکمراں نہیں تھا، لیکن جب اس نے دریائے جمنکا عبور کرنا چاہا تو جو تشیوں نے منع کیا اور کہا کہ یہ منحوس گھڑی ہے، تیمور نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی اور کہا کہ ہم ارباب تزیہ و توحید ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتے، یہ تو مشرکین اور مثلیث پر ایمان رکھنے والوں کا عقیدہ ہے اور اگر ایمان میں ناپختگی اور یقین میں کمزوری ہو تو اچھے خاصے پڑھے لوگ بھی ایسی چیزوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اس ملک میں رہتے ہوئے جہاں ہم نے برادران وطن سے زندگی کے دوسرے شعبوں اور سماجی رسوم و روایات میں ہندو معاشرت کا اثر قبول کیا، وہیں فکر و عقیدہ کے باب میں بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، ان ہی میں سے ایک ادھام پرستی کا مزاج و مذاق ہے، آج مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ لمبی راستہ کاٹ دے تو سفر ملتوی کر دینا چاہیے۔ اُلُو کا بیٹھنا شخص کی علامت ہے، اگر کسی بہو کے گھر میں آنے کے بعد سسرال میں کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کو منحوس تصور کیا جاتا ہے، گھر کی تعمیر شروع ہو تو ناریل پھوڑے جاتے ہیں، گاڑی خرید کی جائے تو چند لیموں لٹکائے جاتے ہیں اور اب ایک نئی بات گھر کی تعمیر میں ”واستو“ کی شروع ہوئی ہے، پنڈت بتاتا ہے کہ گھر کو کس ڈیزائن کا ہونا چاہیے، خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی میں بے برکتی ہوگی اور نقصان اٹھانا پڑے گا، حالانکہ شرعاً ایک مسلمان کے لیے صرف یہ رعایت ضروری ہے کہ بیت الخلا کی نشست ایسی ہو کہ قضاء حاجت کرتے ہوئے چہرہ یا پشت قبلہ کی سمت میں نہ پڑے اور بس، مکان کے سلسلہ میں اس کے علاوہ انجینئر سے مشورہ کرنا چاہیے کہ مکان کس طرح کا ہو، کہ ہوا اور روشنی پوری طرح بہم پہنچے، لیکن اس کا مشورہ بھی پنڈتوں سے کیا جاتا ہے، جو محض چند پیسوں کے لئے لوگوں کو ادھام میں گرفتار رکھنا چاہتا ہے، یہ تمام باتیں محض ایمان کی کمزوری اور ضعف عقیدہ کا نتیجہ ہیں، حد یہ ہے کہ اب

بعض مسلمان بھی عقد نکاح کے وقت اور شادی کے جوڑوں کے سلسلہ میں عالمین سے مشورہ لیتے ہیں، گویا جس غلامی سے اسلام نے انہیں آزاد کیا تھا، خود ہی اپنے آپ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر بد قسمتی اور کیا ہوگی کہ آپ ﷺ نے کھلے لفظوں میں صفر کے منحوس ہونے کی تردید فرمائی، یہ تردید نہایت ہی صحیح اور مستند روایتوں سے ثابت ہے، اس کے باوجود صفر کی ۱۳ تاریخ اور آخری چہار شنبہ کو منحوس دن تصور کیا جاتا ہے، کچھ لوگ چھلے فروخت کرنے اور اپنے روزگار کا مسئلہ حل کرنے کی غرض سے باور کراتے ہیں کہ اس دن ڈھیر ساری بلائیں نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کا علاج کر سکتے ہیں، حالانکہ اسلام کی نگاہ میں کوئی وقت منحوس نہیں، آپ ﷺ نے بعض مہینوں، راتوں اور گھڑیوں کو مبارک ضرور قرار دیا ہے، لیکن کوئی وقت اور گھڑی نامبارک نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحوست ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی: عورت، گھر اور سواری، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں شخص ہے ہی نہیں، یہ مشرکانہ تصور ہے کہ انسان اللہ کے بجائے ایسی چیزوں سے نفع و نقصان کو متعلق سمجھے، اس سے بھی زیادہ بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی قوم علم رکھنے کے باوجود انجانوں جیسا کام کرے اور خدا نے جس کی پیشانی اوروں کے چوکھوں کے داغِ مذلت سے آزاد کیا ہو وہ خود اپنی جبینِ شرافت کو داغِ دار اور رسوا و خوار کرے؟؟ [راہ عمل]

## اہم کاموں کے لیے صلاحیت کو بچائیے۔

ہارون الرشید اور اس کے بیٹے مامون کی مجلس میں بیٹھنے والے انتہائی ذہین و فطین شاعر و عامل شیخ عباس بن حسن علویؒ فرماتے ہیں: ”یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آپ ہر چیز کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے، لہذا اپنے آپ کو صرف اہم کاموں کے لیے فارغ کیجیے۔ یوں سمجھیے کہ آپ کا مال سب کے لیے کافی نہیں ہو سکتا کہ وہ سب کی ضرورت کو پورا کر دے، بلکہ آپ کو حق دار مخصوص کرنے پڑتے ہے۔ آپ اگر دن رات کی جانفشانی سے کام کرتے رہیں، پھر بھی آپ کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی، لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے کاموں کو تقسیم کریں کچھ کو اپنائیں اور کچھ کو چھوڑ دیں۔ آپ جس قدر غیر اہم کاموں میں پڑے رہیں گے، اسی قدر اہم کام کا نقصان کریں گے۔ جتنا مال فضول اڑائیں گے، اسی قدر راہِ حق میں خرچ نہ کرنے سے نقصان اٹھائیں گے۔ گھٹیا لوگوں کے ساتھ جتنی شرافت اپنائیں گے، اسی قدر احباب و اقارب سے حسن سلوک کرنے سے کوتاہ ہو جائیں گے۔ دن رات کے جتنے لمحات فضول کام میں خرچ کریں گے، اسی قدر ضروری کاموں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔“

## دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی فکر

ہم برابر ناجائز کاموں میں مبتلا ہیں، ہمیں اس کا اعتراف بھی ہے، لیکن اپنے مقابل ساتھی کا مکروہ عمل ہماری آنکھوں میں کانٹا بن کر چھتا ہے۔۔۔۔

مجھے سامنے والے کی ایک چھوٹی غلطی بھی پہاڑ کے مانند نظر آنے لگتی ہے اور میں اس کا چرچا کرنے لگتا ہوں، خود چاہے سو دفعہ وہی کام کر جاؤں مجھے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔۔۔  
مجھے حکمرانوں سے تو شکوہ ہے کہ وہ کرپٹ ہیں لیکن میں اپنی کمائی کو کتنا حلال کر کے کھاتا ہوں، اسکا کبھی مجھے خیال بھی نہیں آیا۔۔۔۔۔

میں اس بات پر گلی میں کھڑے ہو کر بخشیں کرتا ہوں کہ پولیس، پکھری والے رشوت کے بغیر کام ہی نہیں کرتے، لیکن کوئی مجھے اپنے کام کے لیے ایک پٹی فروٹ کی بچھوادے تو تحفہ سمجھ کر قبول کرتا ہوں۔۔

کہیں لائن میں لگ کر بل جمع کرواتے ہوئے کسی اور بندے کا اندر کے آدمی کی سفارش سے پہلے جا کر جمع کروادینا تو مجھے ناگوار گزرتا ہے، لیکن اگر مجھے اس طرح موقع مل جائے تو دوڑ کر جا کر جمع کروا آتا ہوں اور بعد میں سب کے سامنے تذکرہ بھی کرتا ہوں کہ میرا محکمہ میں دوست تھا جس کی وجہ سے جلد کام ہو گیا۔

اشارے پر ٹریفک پولیس والا کھڑا نہ ہو تو میں اشاروں کی پرواہ ہی نہیں کرتا، کوئی میرے سامنے اشارہ توڑ جائے تو میں منہ میں بڑبڑانا شروع ہو جاتا ہوں۔۔۔

مجھے اس بات پر تو شکوہ ہے کہ میرا فلاں رشتہ دار اپنے والدین کی عزت و خدمت نہیں کرتا، لیکن میں خود غصہ میں اپنے ماں باپ کو کتنے سخت الفاظ بول جاتا ہوں اسکا کبھی مجھے خیال بھی نہیں آیا۔۔۔

میرے گھر اور آفس میں پکھا بھی نہیں صبح چلتا اور آفس اور مسجد میں اے سی کے نہ چلنے پر چلانا شروع ہو جاتا ہوں۔۔۔۔۔

میرے بچے رورہا ہو تو میرے دل میں درد ہوتا ہے، دوسرے کا بچہ رورہا ہو تو سر میں۔۔۔ میں دن بھر غیر لڑکیوں کے ساتھ ہل بازی کرتا اور گپیں لگاتا اور دوستوں کے ساتھ مل کر بے حیا فلمیں دیکھتا ہوں لیکن اپنی بہنوں، بیٹیوں سے مجھے یہ توقع رہتی ہے کہ وہ کسی غیر لڑکے سے بات نہیں کریں گی اور بے حیائی کے کاموں سے بچیں رہیں گی۔۔۔

میں اپنی ساس اور سسر کی طبیعت و صحت کا مہینوں نہیں پوچھتا لیکن مجھے اپنی بیوی سے یہ شکوہ رہتا ہے کہ میری ماں کی ٹانگیں کیوں نہیں دباتی۔۔۔

مجھے اس بات پر تو شکوہ ہے کہ میری مسجد کا مولوی اپنے پیٹ کے لیے حق بات کہتے ہوئے ڈرتا ہے لیکن کبھی مجھے اسکی توفیق نہیں ہوئی کہ اسکی تھوڑی مالی مدد ہی کر لو کہ وہ آزادی سے بات کر سکے۔۔۔۔۔ میں خود فرائض و واجبات میں کوتاہی کرتا ہوں، کئی کئی وقت کی نمازیں قضا کرتا ہوں، زکوٰۃ کبھی دی ہی نہیں، لیکن اپنے حریف کو نمازہ جنازہ میں شرکت نہ کرنے اور صدقہ نہ دینے پر بھی طعنہ دیتا ہوں۔۔۔۔۔ میں روزانہ بدزبانی کروں اس کی شدت کا مجھے کبھی احساس نہیں ہوتا، لیکن دوسرے کی زبان سے خلاف مروت و خلاف ادب نکلنے والا ایک جملہ بھی میرے لیے بھاری ہوتا ہے۔۔۔۔۔

میں کسی کا دل دکھاؤں، کسی کو طعنہ دوں، کسی کو سب کے سامنے رسوا کروں، کسی کو عار دلاؤں، جائز ہے، میرا والد یا میرا کوئی ساتھی اصلاح کی نیت سے ہی مجھے میری غلطی پر ٹوک دے، مجھے سمجھانے کی کوشش کرے تو میں چراغ پا ہو جاتا ہوں۔۔۔۔۔

میں فضول خرچی کروں تو یہ سخاوت، میرا مقابل یہی کرے تو اسراف۔۔۔۔۔  
میں کسی کو سب کے سامنے ڈانٹوں تو یہ حق گوئی اور سامنے والا کرے تو یہ طعنہ زنی و توہین۔۔۔۔۔  
میں کسی کی غیبت اور چغلی کروں تو جائز اور دوسرا کرے تو۔۔۔۔۔

آخر اتنی دورخی اور منافقت کیوں ہے۔۔۔؟

ایک طرف ہم لوگ اپنے دین کو ساری دنیا کے ادیان سے ہر لحاظ سے بہترین اور قابل عمل سمجھتے ہیں، فخر سے نعرے لگاتے ہیں کہ ”اسلام ازدی بیسٹ“ اور یہ خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے لوگ

اسلام قبول کر لیں دوسری طرف اس حقیقت سے نظریں چرائے بیٹھے ہیں کہ کوئی دین اور اسکی دعوتی تحریک محض اپنے عقائد و افکار اور مخصوص آئیڈیالوجی کی بنیاد پر دلوں کو نہیں جیت سکتی، غیروں کے دلوں پر اثر اس دین کے ماننے والے فرد کا کردار، اخلاق، معاشرتی زندگی کرے گی۔

ہمارے سامنے ہے کہ ہمارے اکابرین اور آباء کے پاس اگرچہ اس قدر میڈیائی اسباب و وسائل نہ تھے لیکن پھر بھی لوگ انکے آگے پیچھے چلے گئے اور اسلام پوری دنیا پر پھیلتا چلا گیا اور اسلامی تعلیمات نے دلوں کو جیت لیا، اسکی وجہ یہ تھی کہ اس وقت اسلامی دعوتی عمل کی بنیاد مسلمان کی زندگی پر تھی، جس میں اسلام اپنی تمام تعلیمات کے ساتھ جلوہ افروز تھا، اور انکی انفرادی اور اجتماعی اصلاح پہلو پہلو چل رہی ہوتی تھی۔ مبلغ اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک فرد سے محنت شروع کر کے اپنے نمائندوں کو اپنے عمل سے یہ سمجھایا تھا کہ معاشرہ کی اصلاح فرد کی اصلاح کے بغیر مفید اور دیر پا نہیں ہوتی، اس لیے انکے ہاں اصلاح فرد سے شروع ہوتی اور پھر انکا تربیت یافتہ ایک تنہا فرد شہروں، بستیوں میں انقلاب برپا کر دیتا۔۔۔ ماضی کا بنیادار مسلمان تاجر اور بکریاں چرانے والا بھی ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتا

ہمارے ہاں آج فرد کی اصلاح بے توجہی کا شکار ہے، لوگ کہتے ہیں میرے یا ایک بندے کے ٹھیک ہونے سے کیا ہو جائے گا، اس لیے وسائل کی کثرت کے باوجود ہمارے معاشرے میں فساد ہے اور دعوتی عمل میں تاثیر نہیں، ہم لوگ غیر مسلموں کو دین کے قریب لانے کے بجائے انکے اس دین حق سے دوری کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں ہم نے کبھی اپنی اصلاح کی کوشش ہی نہیں کی، ہر آدمی اچھے عمل کی ابتدا دوسرے سے کروانا چاہتا ہے۔۔۔ اگر آج ہم میں سے ہر بندہ اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کر لے اور یہ عہد کر لے کہ میرے سے آئندہ ان شاء اللہ غلط اور خلاف اصول و قانون کام نہیں ہو گا تو ایک ٹائم آئے گا کہ ہمارا معاشرہ ایک آئیڈیل معاشرہ بن جائے گا۔۔۔ فی الحال ہم ہر دن میں دسیوں گناہوں سے تونچ جائیں گے یا کم از کم معاشرے سے ایک غلط آدمی کی تو کمی ہو جائے گی۔

اللہ ہمیں توفیق عطا فرمادے۔

### قوم کی اصلاح کیسے؟

ایک دفعہ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اپنی ایک ملاقات میں علامہ شبلی نعمانیؒ سے پوچھا: کہ آپ کی نظر میں قوم کی اصلاح کی تدبیر کیا ہے؟ علامہ شبلیؒ نے فرمایا: کہ قوم کی اصلاح صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کا قوم پر مکمل اثر ہو اور یہ اثر بغیر تقدس کے نہیں ہو سکتا اور تقدس بغیر تقویٰ اور کثرتِ عبادت و ذکر کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

مولانا مفتی محمد ایاز  
رئیس جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

## دور جدید کی نئی بدعتات

اسلام ایک آفاقی دین ہے۔ اس نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنے ماننے والوں کے لیے بہترین اور عمدہ اصول و قوانین پیش کیے ہیں۔ اخلاقی زندگی ہو یا سیاسی، ذاتی زندگی ہو یا اجتماعی اور سماجی۔ زندگی کے ہر گوشہ کے لیے اسلام کی جامع ہدایات موجود ہیں اور اسی دین میں ہماری نجات مضمّن ہے۔

مگر آج ہمیں یورپ اور یہود و نصاریٰ کی تقلید کا شوق ہے اور مغربی تہذیب کے ہم دلدادہ ہیں۔ یورپی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت نے مسلمانوں کی زندگی کے مختلف شعبوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی میں انگریزی تہذیب کے بعض ایسے اثرات بھی داخل ہو گئے ہیں، جن کی اصلیت و ماہیت پر مطلع ہونے کے بعد ان کو اختیار کرنا اسلام تو درکنار انسانیت کے قطعاً خلاف ہے، مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ان اثرات پر مضبوطی سے کاربند ہے، حالانکہ قوموں کا اپنی تہذیب و تمدن کو کھودینا اور دوسروں کے طریقہ رہائش کو اختیار کر لینا ان کے زوال اور خاتمہ کا سبب ہو کر رہتا ہے۔ دین اسلام کا تو اپنے متبعین سے یہ مطالبہ ہے:

“اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم پر مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔” [بقرہ: ۲۰۸]

لیکن صد افسوس کہ مسلمان پورے دین کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور نہ پورا اسلام زندگی میں لانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ الٹا اسلام سے نکلنے اور غیروں کے طور طریقے اپنانے میں کسر نہیں اٹھاتا، خاص کر مغرب کی ہر بات میں تقلید کو اپنا اعزاز سمجھتا ہے اور اس پر فخر کرتا رہتا ہے۔

اور یہ سلسلہ یہیں تک ختم نہیں ہوتا، اگرچہ ہر روز اغیار کی طرف سے ہمیں ایک نیا گھاؤ لگتا ہے لیکن ہم ہیں کہ پھر بھی ان کی ایک ایک ادھر ادھر سے جا رہے ہیں۔

وائے ناکامی متابع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ویلنٹائن ڈے ہو، بسنت یا اپریل فول یا نیو ایئر نائٹ، غیر مسلموں کے تہوار اور طور طریقوں کو جس طرح اندھا دھند طور پر مسلم عوام منارہے ہیں، اس نے ان کے اندر سے دینی محبت، غیرت اور حمیت کی آخری رمق تک کھینچ لی ہے۔ غیر مسلم اقوام کی اس نقالی پر اترانے اور مر مٹنے والی مسلم نسل کی غفلت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ویلنٹائن ڈے:

ویلنٹائن ڈے (یومِ محبت) رومن بت پرستوں کے تہواروں میں سے ایک تہوار ہے جو 14 جنوری کو منایا جاتا ہے۔ جبکہ رومیوں کے یہاں بت پرستی سترہ صدیوں سے زیادہ مدت سے رائج تھی، اور یہ (تہوار) رومی بت پرستی کے مفہوم میں حبِ الہی سے عبارت ہے۔ ویلنٹائن ڈے عیسائیت اور رومن کی بے بنیاد روایات سے اخذ کیا گیا ہے اور اس کو مرد و عورت کے درمیان غیر شرعی محبت کے دن منانے کے لیے جواز بنایا گیا ہے۔ اسی دن لوگ ایک دوسرے کو محبت کے پھول پیش کرتے ہیں اور محبت کا اظہار کرتے ہیں چاہے غیر محرم لڑکی کیوں نہ ہو۔

اس بت پرست تہوار کے سلسلے میں رومیوں اور ان کے وارثین عیسائیوں کے یہاں بہت ساری داستانیں اور کہانیاں مشہور ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

سینٹ ویلنٹائن نصرانی کنیسہ کے دو قدیم قربان ہونے والے اشخاص کا نام ہے اور ایک قول کے مطابق ایک ہی شخص تھا جو شہنشاہ "کلاودیوس" کے سزا کی تاب نہ لاسکا جو اس کو ایک لڑکی سے عشق کی پاداش میں دیا گیا تھا اور 269ء میں ہلاک ہو گیا۔ اور جس جگہ ہلاک ہوا اسی جگہ 350 میلادی میں بطور یادگار ایک کنیسہ تیار کر دیا گیا۔

جب رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی تو وہ اپنے اس سابقہ تہوار کو مناتے رہے لیکن انہوں نے اسے بت پرستی (محبتِ الہی) کے مفہوم سے نکال کر دوسرے مفہوم "محبتِ شہداء" میں تبدیل کر دیا، اور انہوں نے اس محبت و سلامتی کی دعوت دینے والے "سینٹ ویلنٹائن" کے نام کر دیا جسے وہ اپنی گمان کے مطابق اس راستے میں شہید گردانتے ہیں اور اسے عاشقوں کی عید اور تہوار کا نام بھی دیتے ہیں، اور سینٹ ویلنٹائن کو عاشقوں کا سفارشی اور ان کا نگران شمار کرتے ہیں۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ کیا اسلام اور اسلامی اقدار میں اس بات کی کہیں گنجائش موجود ہے کہ ایک غیر محرم لڑکا، کسی غیر محرم نوجوان لڑکی کو سرخ گلاب کی کلی، کینڈی یا چاکلیٹ یا کوئی اور تحفہ وغیرہ پیش کرے۔ اسلام محبت کا دین ضرور ہے لیکن اس کیلئے حدود مقرر کئے گئے ہیں۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کے بعد والدین، اولاد، بزرگان دین، علماء و صلحا اور بنی نوع انسان کیلئے خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے۔

سرخ پھول، تحفہ تحائف کی محبت صرف اپنی شرعی رفیقہ حیات [بیوی] کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ ایک مسلمان کے لیے غیر اسلامی معاشروں میں اس قسم کے منائے جانے والوں بے حیا تہواروں کو منانا یقیناً اسلامی احکامات کی خلاف ورزی ہے۔ غیر اسلامی معاشروں کے افراد کی یہ بے راہ روی اور بے حیائی اس قسم کی چیزوں کے ذریعے پھیلانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ لہذا سارے غیور، بااخلاق اور اسلام اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والے لوگوں پر فرض ہے کہ اس غیر اسلامی رسم کو بیخ سے اکھاڑ پھینکیں۔

### اپریل فول:

مغرب کی بے سوچے سمجھے تقلید کے شوق نے ہمارے معاشرے میں جن رسموں کو رواج دیا، انہی میں سے ایک رسم ”اپریل فول“ منانے کی رسم ہے، اس رسم کے تحت یکم اپریل کی تاریخ میں جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا، اور دھوکہ دیکر اسے بے وقوف بنانا، نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے۔ جو شخص جتنی صفائی اور چابکدستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے اتنا ہی اسے قابل تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ یہ مذاق جسے درحقیقت بد مذاقی کہنا چاہیے، نہ جانے کتنے افراد کو بلاوجہ جانی اور مالی نقصان پہنچا چکا ہے، بلکہ اس کے نتیجے میں بعض اوقات لوگوں کی جانیں چلی گئی ہیں، کہ انہیں کسی ایسے صدمے کی جھوٹی خبر سنادی گئی جسے سننے کی وہ تاب نہ لاسکے، اور زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یہ رسم جس کی بنیاد جھوٹ، دھوکے اور کسی بے گناہ کو بلاوجہ بیوقوف بنانے پر ہے، لہذا مسلمانوں کو اس قسم کی حرکات سے گریز کرنا چاہئے۔ اخلاقی اعتبار سے تو یہ جیسا کچھ ہے، ظاہر ہی ہے لیکن اسکا تاریخی پہلو بھی ان لوگوں کے لئے انتہائی شرمناک ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس پر کسی بھی اعتبار سے ایمان رکھتے ہیں۔

اس رسم کے بارے میں مورخین کے بیانات مختلف ہیں۔

☆ ایک وجہ انیسویں صدی عیسوی کے معروف انسائیکلو پیڈیا "لاروس" نے بیان کیا ہے، اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، وہ وجہ یہ ہے کہ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا، موجودہ نام نہاد انجیلوں میں اس واقعے کی تفصیلات لوقا کی انجیل میں بیان کی گئی ہیں۔

☆ افسوس! آج مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اسی طرح یہ یکم اپریل ہی کی تاریخ تھی جب اموی خلیفہ عبد الرحمن والئی اندلس کے جانشینوں کو شاہ فرانس شارلمان کے ہاتھوں ایسی شکست سے دوچار ہونا پڑا، جس کے آثار آج بھی اس خطے میں نمایاں ہیں۔ فرانسیسی عیسائیوں نے مسلمانوں کو چن چن کر اندلس کے گلی کوچوں میں اپنے نیزوں اور تلواروں کا نشانہ بنایا۔

اکثر مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بعض نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے عیسائی ہونے کا اظہار کر دیا۔ بچے کچھے مسلمانوں کو بحری جہاز میں سوار کر کے انہیں چمکے دیا گیا کہ تمہیں مسلمان ملک میں پہنچا دیا جائے گا، لیکن یکم اپریل منانے والی عیسائی قوم نے جب بحری جہاز سمندر کے وسط میں پہنچایا تو مسلمانوں کو سمندر کی اتھاہ گہرائی میں دھکادے کر انہیں فول کیا اور اسی کی یاد میں اب بھی مذاق کا یہ دن منایا جا رہا ہے۔

### بسنت تہوار:

باہر ہندوستان پہنچا تو اس نے مقامی لوگوں کو عجیب تہوار مناتے دیکھا۔ اس نے دیکھا لوگ بہار کے پہلے ہفتے پہلے رنگ کے کپڑے پہنتے، ڈھول بجاتے اور ناچتے ہیں۔ باہر یہ تہوار دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا مقامی لوگ اسے استقبال بہار کا تہوار کہتے ہیں۔ مقامی زبان میں اس تہوار کا نام "بسنت" تھا۔ باہر نے اس تہوار کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ آنے والے دنوں میں مغل شہزادیاں بھی یہ تہوار مناتی رہیں۔

پھر اور نگزیب عالمگیر کے دور میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس واقعے نے بسنت کو تاریخ میں پہلی بار ثقافتی سے مذہبی تہوار میں تبدیل کر دیا۔ اور نگزیب کے دور میں حقیقت رائے نام کے ایک ہندو لڑکے نے رسول پاک ﷺ کی ذات پر رریک حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اسے مغالطات بکتے ہوئے پکڑ لیا، ملزم کو عدالت میں پیش کیا گیا، قاضی نے جرم ثابت ہونے پر حقیقت رائے کو سزائے موت سنادی۔ حقیقت رائے پھانسی کی سزا پا کر ہندوؤں کا مذہبی ہیرو بن گیا، جس دن حقیقت رائے کو پھانسی دی گئی، ہندوؤں نے پیلے رنگ کے کپڑے پہنے، حقیقت رائے کی لاش اٹھائی اور گانے بجاتے ہوئے اسے شمشان گھاٹ تک لے گئے۔ مسلمانوں نے اسے توہین آمیز قرار دیا لیکن ہندوؤں نے پیلے کپڑوں اور رقص و سرور کو بسنت کہہ کر جان بچائی، اگلے سال ہندوؤں نے حقیقت رائے کی برسی منائی اور اس برسی پر پیلے کپڑے پہن کر اور ناچ گا کر حقیقت رائے سے اپنی وابستگی اور عقیدت کا اظہار کیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے بسنت کے تہوار پر پہلی پتنگ بھی حقیقت رائے کی سادھی پر ہی اڑائی گئی تھی۔

اسی طرح اب بہار میں دو کھیل ہونے لگے ایک بسنت اور دوسری پتنگ بازی۔ گو یہ دونوں کھیل بہار میں کھیلے جاتے تھے۔ لیکن ایک طویل عرصے تک الگ الگ رہے، پھر حقیقت رائے کا معاملہ ہوا اور تاریخ میں پہلی بار بسنت اور پتنگ ایک ہی شخص کی سادھی پر منائی گئی اور شخص بھی وہ جس نے گستاخی رسول میں موت کی سزا پائی تھی۔

آج میڈیا اس تہوار کو رریج دے رہی ہے۔ کولا، چائے اور ٹوتھ پیسٹ بنانے والوں نے اشتہار دیے، بسنت کے گانے رریکارڈ ہوئے اور پتنگیں اڑاتے اداکار ٹیلی ویژن اسکرین پر دکھائے جانے لگے۔ یوں دو تین برسوں میں بسنت قومی تہوار بن گئی۔ پرویز مشرف کی حکومت آئی تو حکومت نے اس ناچاڑنے کچے کو اپنا نام دے دیا۔ جشن بہار کی شکل میں بسنت سرکاری تہوار ہو گیا۔

آئیے! اب یہ سوچتے ہیں کہ بسنت کا سب سے زیادہ فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔ بسنت کا فائدہ دو طاقتیں اٹھا رہی ہیں۔ ایک ملٹی نیشنل کمپنیاں جو اس تہوار کے ذریعے اپنی مصنوعات کے اشتہارات دیتی ہیں اور دوسرا ہمارا دشمن بھارت جو ہر سال پاکستان میں کروڑوں اربوں کا سامان بیچتا ہے۔

اسلام، تہذیب، شائستگی اور اخلاقیات اس تہوار کی اجازت نہیں دیتی۔ ہلاگلا، شور شرابہ، ناچ گانا، تانک جھانک و اسراف کی دنیا کی کوئی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ یہ کیا تفریح ہے جو جاتے جاتے بیسیوں

جانیں ساتھ لے جاتی ہے، جس میں ایک رات میں کروڑوں روپے کی بجلی ضائع کر دی جاتی ہے اور فحاشی اور عریانی کو جس کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

بسنت کے ذریعے ہماری ثقافت تباہ ہوئی۔ ہمارا معاشرہ افراتفری اور جنسی بے راہ روی کا شکار ہوا۔ ہماری نوجوان نسل گمراہ ہوئی۔ ہم نے تفریح کے نام پر پورے معاشرے کو نفسیاتی بیماری کے حوالے کر دیا اور ہم نے اپنی معیشت، اپنا قومی وقار گروی رکھ دیا۔

**نیو ایئر نائٹ:**

نیو ایئر کی تقریبات کا آغاز انیسویں صدی کے شروع سے برطانیہ میں ہوا اور پھر آہستہ آہستہ یورپ کے دیگر ممالک اور پھر ہمارے ہاں بھی رائج ہوا۔

31 دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی شب رات 12 بجے تمام روشنیاں گل کر دی جاتی ہیں، آسمان پر آتش بازی ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد شراب کے نشے میں ڈھت نوجوان برف پر رقص کرتے ہیں۔ یہ تقریبات دنیا بھر کے ٹیلی ویژن دکھاتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ تمام ممالک کے فائو اسٹار ہوٹلوں اور فحاشی و عریانی کے مارے لوگ اپنے گھروں میں ان تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق صرف امریکا میں اس روز 171 ارب ڈالر کی شراب پی جاتی ہے۔ 600 ملین ڈالر کی آتش بازی ہوتی ہے اور نوجوان اربوں ڈالر رقص گاہوں میں اڑا دیتے ہیں۔

1980ء تک نیو ایئر کی تقریبات امریکا اور یورپ تک محدود تھیں لیکن 1980ء کی دہائی میں اس مرض نے آگے پھیلنا شروع کر دیا۔ یہ مشرق بعید آیا اور پھر یہ برصغیر میں بھی جڑیں پکڑنے لگا۔ 1992ء میں کراچی کے ایک فائو سٹار ہوٹل میں پہلی ”نیو ایئر نائٹ“ منائی گئی اس تقریب میں کراچی کے تاجروں، زمینداروں اور اداکاروں نے شرکت کی۔ کڑے پہرے میں یہ تقریب منائی گئی جس میں شراب اور رقص کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ اب نیو ایئر پاکستان کے 140 بڑے شہروں میں منائی جاتی ہے جس میں ہزاروں اداکاروں اور نوجوان شریک ہوتے ہیں۔

نیو ایئر نائٹ کی تقریبات نے پوری دنیا کی ثقافت پر گہرے اثرات چھوڑے۔ یہ اپنے ساتھ فحاشی، عریانی اور بے جانی کے ایسے جراثیم لے کر آئیں جو آہستہ آہستہ نوجوان نسل کی اخلاقیات کو چاٹ رہے ہیں۔ جو انہیں آوارگی، بے حیائی اور جنسی بے راہ روی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے اندر جس جس

فائیو اسٹار ہوٹل میں یہ تقریب ہوتی ہے وہاں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آنے والے جوڑے کی شکل میں ہوں۔ اس تقریب میں کوئی تنہا شخص شامل نہیں ہو سکتا۔ یہ بے حیائی کا پہلا قدم ہے۔

نیو ایئر نائٹ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جس سے پوری دنیا اس وقت تنگ نظر آرہی ہے، وہ پہلو حادثات ہیں، مثلاً 2003ء کے نیو ایئر پر پوری دنیا میں بے شمار حادثات ہوئے۔

نیو ایئر نائٹ کا تیسرا پہلو جس کا تعلق خاص کر مسلمانوں کے ساتھ ہے وہ ہے نیو ایئر نائٹ منانے میں کفار کے ساتھ مشابہت۔ ہماری شریعت میں اپنے ماننے والوں کے لیے یہ اصول ہے کہ وہ عقیدہ، عمل، طرز زندگی، کردار و گفتار اور کلچر و رسم و رواج میں غیروں کے مشابہت سے باز رہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ - (ابوداؤد)

”جس نے کسی بھی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔“

یہ نیو ایئر نائٹ کی تقریبات بے حیائی کی نئی رسم اور کفار سے مشابہت ہے۔

یہ تو نیو ایئر کا وہ ظاہری نقصان ہے جو پوری دنیا کو بھگتنا پڑ رہا ہے لیکن یہ حرکت ملکوں کی ثقافت، اخلاقیات اور معاشرت پر جو اثر مرتب کر رہی ہے اس نقصان کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر بالفرض نئے سال کا استقبال ہونا چاہیے تو نرم خوئی، شرافت اور محبت سے۔ دعاؤں، قربانیوں اور صدقوں سے۔ ذرا سوچیے! ہم جس سال کا آغاز ہی پٹانوں، گانوں، موسیقی، رقص، شراب اور بے حیائی سے کر رہے ہیں وہ سال آخر تک ہمیں کیا دے گا؟

انگریزی کا محاورہ ہے: ”جس چیز کا آغاز برا ہو اس کا انجام برا ہوتا ہے۔“

الغرض مسلمانوں کے لئے ان تہواروں کا منانا کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اس سے کفار، بت پرست رومیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے اور کفار چاہے وہ بت پرست ہوں یا اہل کتاب ان سے عمومی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے چاہے وہ مشابہت عقیدہ میں ہو یا ان کی عادات و رسم و رواج یا عید و تہوار میں، اللہ کا فرمان ہے (اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا انہیں لوگوں کیلئے بہت بڑا عذاب ہو گا) (آل عمران:

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے ”جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے“ [مسند احمد: ۲/۵۰]

## مطالعہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے ایک مرتبہ طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کریں گویا پوری کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے۔ اس دور میں جو سرسری مطالعہ کی عادت ہو گئی ہے اس سے مطالعہ کرنے والوں کو کما حقہ فائدہ نہیں پہنچتا۔ (کچھ تاثرات کچھ یادیں: ۱۷)

## دور جدید کے فکری تقاضے اور علماء کرام

مولانا زاہد الراشدی  
ڈیرہ کٹر شریعہ گاہی گروانوالہ

آج کے دور میں دینی کام کے لیے سب سے پہلے آج کی دنیا کے مجموعی تناظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، اقوام عالم میں ہماری حیثیت کیا ہے اور ہمارے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اس لیے علماء کرام اور بالخصوص نوجوان علماء کرام کو چاہیے کہ وہ دنیا کے حالات سے باخبر رہیں، معاصر اقوام و مذاہب سے واقفیت حاصل کریں اور اس عالمی تہذیبی کنگش کا شعور حاصل کریں جو اس وقت اسلام اور مغرب کے درمیان تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کے بغیر کوئی نوجوان عالم دین دینی و علمی خدمات سرانجام دینا چاہتا ہے تو وہ اپنے مخصوص اور محدود ماحول کے دائرے میں تھوڑا بہت کام ضرور کر لے گا لیکن اسلام کی دعوت اور ملت اسلامیہ کے مسائل و مشکلات کے حوالے سے کچھ نہیں کر پائے گا۔

اسلام اور مغرب کی کنگش کے پس منظر میں اس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ مغرب کا موقف کیا ہے اور اس موقف کا پس منظر کیا ہے؟ ہم مغرب کے موقف کو اصولی طور پر دو حوالوں سے زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ایک تو یہ تاریخی پس منظر ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ مغرب نے قرون وسطیٰ یا قرون مظلمہ میں مذہب کے جس کردار کا مشاہدہ کیا ہے بلکہ مذہب کے جس کردار کو بھگتا ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے مغرب کی مذہب دشمنی کو سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ مغرب نے صدیوں تک اس صورت حال میں وقت گزارا ہے کہ عام آبادی بادشاہت اور جاگیر دارانہ نظام کے مظالم کی چکی میں پستی رہی ہے۔ عام آدمی اس دور میں غلام سے بدتر حیثیت اختیار کر چکا تھا اور انسانوں کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ مذہب نے اس دوران عام آدمی کا ساتھ دینے کے بجائے بادشاہ اور جاگیر دار کا ساتھ دیا اور اپنا پورا وزن مظلوم کے بجائے ظالم کے پلڑے میں ڈال دیا حتیٰ کہ بادشاہت اور جاگیر دار کے خلاف عوامی بغاوت کے موقع پر بھی مذہب کا پرچم تھامے ہوئے اس دور کے اہل مذہب نے غریب عوام کے بجائے بادشاہت اور جاگیر داری کی حمایت و تعاون کو ترجیح دی جس کے نتیجے میں شدید رد عمل کی طوفانی لہروں نے بادشاہت اور جاگیر دار کے ساتھ مذہب کا بیڑا بھی گہرے سمندر میں غرق کر دیا۔

اس لیے آج جب مغرب والوں کے سامنے مذہب کا نام آتا ہے تو ان کی نظروں کے سامنے قرون وسطیٰ کا منظر گھوم جاتا ہے اور ان کے لیے یہ تسلیم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مذہب اور اہل مذہب کا اس کے سوا بھی کوئی کردار ہو سکتا ہے؟ لہذا ہمیں مغرب کے سامنے مذہب کی بات کرتے ہوئے مذہب سے اس کی شدید نفرت کے اس بڑے سبب کا لحاظ کرنا ہو گا اور دلیل، منطق اور کردار کے ساتھ واضح کرنا ہو گا کہ اسلام اور قرون وسطیٰ کی مسیحیت کے معاشرتی کردار میں کیا فرق ہے اور عام اہل مغرب کو باور کرانا ہو گا کہ اسلام بادشاہت کا نہیں بلکہ عوام کا ساتھی ہے اور جاگیر دار کا نہیں بلکہ مظلوم کا حمایتی ہے۔

مذہب سے اہل مغرب کی شدید نفرت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ مذہب نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں اہل مغرب کی پیش رفت اور ترقی کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس کا ساتھ دینے کے بجائے اس کی مخالفت کی ہے۔ مذہب نے کائنات کے مطالعہ اور زمین و آسمان کے نظام کی سائنسی تعبیرات کو کفر و الحاد قرار دے کر سائنس دانوں پر فتوے عائد کیے ہیں اور مذہبی عدالتوں نے انہیں خوف ناک سزائیں دی ہیں۔ یہ ایک مستقل باب ہے جس کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور اس سے بھی مذہب کے ساتھ اہل مغرب کی نفرت کی شدت اور نوعیت کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

اس کے ساتھ آج کی عالمی کشمکش کے تناظر میں ایک اور بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ مغرب کا کہنا کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد اقوام متحدہ کے نام سے ایک بین الاقوامی ادارہ تشکیل پایا تھا اور اس نے ممالک و اقوام کے نظام چلانے کے لیے انسانی حقوق کے چارٹر کے نام سے راہ نما اصول وضع کیے تھے جس پر دنیا بھر کے تمام ممالک کے نمائندوں نے دستخط کر کے اس چارٹر کو اپنی حکومتوں اور نظاموں کے لیے راہ نما اصول کے طور پر تسلیم کر رکھا ہے۔ اس چارٹر کی دفعات کی تشریح و تعبیر کا بھی ایک نظام ہے جس میں تمام ممالک شریک ہیں اور اقوام متحدہ کے مختلف ادارے بوقت ضرورت اس چارٹر کی دفعات کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے جن ممالک نے اس چارٹر پر دستخط کر رکھے ہیں اور جو ممالک اقوام متحدہ کے نظام میں باقاعدہ شریک ہیں، انہیں اس معاہدہ کی پابندی کرنی چاہیے اور اپنی شرکت اور دستخطوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے قانونی نظاموں اور حکومتی ڈھانچوں کو اقوام متحدہ کے منشور اور قرار دادوں کے دائرے میں لانا چاہیے۔

ہم مسلمانوں کی اس سلسلے میں دو بڑی الجھنیں ہیں۔ ایک یہ کہ اقوام متحدہ کے منشور کو من و عن، قبول کرنے کی صورت میں ہمیں قرآن و سنت کے بہت سے صریح احکام سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، اور خاندانی نظام یعنی نکاح و

طلاق اور وراثت کے علاوہ حدود و تعزیرات کے باب میں بھی قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کے متعدد صریح قوانین و احکام پر عمل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہتا۔ اور دوسری الجھن یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے نظام پر مغرب کی اجارہ داری ہے اور خود اقوام متحدہ کے فیصلوں اور قراردادوں پر عمل درآمد میں بھی مغرب کی ترجیحات کا غلبہ رہتا ہے لیکن ان دو الجھنوں اور رکاوٹوں کے باوجود مغرب کے اس موقف کو اصولی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جن مالک نے اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کر رکھے ہیں اور جن ممالک کے نمائندے اقوام متحدہ کے نظام میں شریک ہیں، ان کو اقوام متحدہ کے منشور اور فیصلوں کی پابندی کرنی چاہیے۔

اس کے علاوہ آج کے نوجوان علماء کرام کے لیے اس بات کو سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور اور اس کے مختلف اداروں کے فیصلوں اور قراردادوں کا اسلامی احکام و قوانین کے ساتھ کہاں کہاں ٹکراؤ ہے اور اقوام متحدہ یا دوسرے لفظوں میں آج کے بین الاقوامی قوانین کا کون سا حصہ اور کون سا قانون قرآن و سنت کے کون سے قانون اور ضابطے سے متصادم ہے؟ اس کا ادراک حاصل کیے بغیر ہم آج کی عالمی تہذیبی کشمکش اور مسلمانوں کے ساتھ اہل مغرب کی کشیدگی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔

اس کشمکش سے ہٹ کر مثبت انداز میں اہل مغرب کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کرنے اور مغربی ماحول میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے بھی ہمیں اپنے روایتی طرز عمل پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ کسی بھی شخص، گروہ یا سوسائٹی کے سامنے اسلام کی دعوت رکھنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ بات اس کی زبان میں ہو اور صرف زبان کافی نہیں بلکہ اسلوب اور انداز بھی اس سوسائٹی کے لیے متعارف ہو ورنہ صرف اچھی انگریزی بول کر اپنے روایتی مشرقی اسلوب میں اسلام کی دعوت و تعلیم کا فریضہ مغرب میں سرانجام دینے کا نتیجہ بھی مختلف نہیں ہو گا جبکہ زبان و اسلوب کے ساتھ تیسرے نمبر پر اس قوم اور سوسائٹی کی نفسیات اور ذہنی سطح کا ادراک حاصل کرنا بھی دعوت و تعلیم کا ناگزیر تقاضا ہے۔

میں عام طور پر اس سلسلے میں ایک روایت پیش کیا کرتا ہوں جو سیرت نبوی ﷺ کی بیشتر کتابوں میں موجود ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک بار قریش کے چند سردار آئے اور پوچھا کہ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہارے سامنے ایک کلمہ پیش کر رہا ہوں جسے اگر تم قبول کر لو تو عرب پر تمہاری بادشاہت قائم ہو جائے گی اور عجم بھی تمہارے تابع ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ان سرداروں کی نفسیات کے پس منظر میں تھا کہ یہ سردار لوگ ہیں اور چودھراہٹ ہی کی زبان سمجھتے ہیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور کلمہ طیبہ کے بے شمار فوائد میں سے پہلے مرحلہ میں وہی فائدہ ان کے سامنے رکھا جو فوری طور پر ان کی سمجھ میں آسکتا

تھا۔ ہمیں اس سنت نبوی سے راہ نمائی حاصل کرنی چاہیے اور لوگوں کی ذہنی سطح اور نفسیات کو سمجھتے ہوئے اس کے مطابق ان کے سامنے اسلام کی دعوت و تعلیم کو رکھنا چاہیے۔

علماء کرام بالخصوص نوجوان علماء کو تاریخ کے مطالعہ کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ عالمی تاریخ، مختلف اقوام و ممالک کی تاریخ اور بالخصوص عالم اسلام کی تاریخ کے اہم مراحل سے ان کا واقف ہونا ضروری ہے۔ پھر ان تحریکات سے بھی انہیں باخبر ہونا چاہیے جو مختلف ادوار میں اہل حق اور علماء دین نے ملت کی آزادی اور دین کے تحفظ کے لیے پیا کی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں ہمارے اکابر حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادہ کی خدمات، علماء دیوبند کی جدوجہد اور برطانوی استعمار سے آزادی کی تحریکات سے آگاہی کے بغیر تو ہم اپنے مشن اور اہداف کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے بزرگوں نے حالات اور موقع محل کی مناسبت سے جدوجہد کے مختلف طریقے اپنائے ہیں۔

- حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر بادشاہ کے ریاستی الحاد اور خود ساختہ دین الہی کے خلاف جدوجہد میں ارباب اختیار کی ذہن سازی، بریفنگ اور لابیگ کا طریقہ آزمایا ہے اور اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔
- حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے دہلی کی طرف جنوبی ہندوستان کے جنوبی مرہٹوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنے کے لیے مقامی مزاحمتی قوتوں کو کمزور سمجھتے ہوئے افغانستان کے فرماں روا احمد شاہ ابدالیؒ سے مدد مانگی اور اسے حملہ کی دعوت دی۔ ان کی یہ تکنیک بھی کامیاب رہی۔
- برطانوی استعمار کے خلاف شہدائے بالا کوٹ اور ۱۸۵۷ء کے حریت پسند علماء اور ان سے قبل سراج الدولہؒ اور ٹیپو سلطانؒ نے عسکری مزاحمت کا راستہ اختیار کیا جس میں اگرچہ وقتی طور پر ناکامی ہوئی لیکن اس سے مستقبل میں حریت پسندوں کو راہ نمائی اور حوصلہ ملا اور انہی کا مقدس خون تحریک آزادی کے لیے سنگ میل ثابت ہوا۔
- شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے آزادی کی جدوجہد کے لیے عالمی سطح پر انگریز مخالف قوتوں سے رابطے قائم کیے اور جرمنی، جاپان اور خلافت عثمانیہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے تحریک آزادی کو ایک نیارنگ دینے کی کوشش کی مگر خلافت عثمانیہ کے خلاف شریف مکہ کی بغاوت کی وجہ سے یہ تحریک ناکام ہو گئی البتہ حریت پسندوں کو جدوجہد کا ایک نیاراستہ اور اسلوب ملا۔
- کانگریس، جمعیت علماء ہند، مجلس احرار اسلام اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں نے آزادی کے لیے دستوری اور سیاسی جدوجہد کا طریقہ کار اختیار کیا۔ ان میں جمعیت علماء ہند کی قیادت مسلکی حوالے سے

خالص دیوبندی قیادت تھی جبکہ مجلس احرار اسلام میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام پر مشتمل قیادت نے ٹیم ورک کی صورت میں مشترکہ دینی قیادت کا عملی نمونہ پیش کیا۔

یہ سب اہداف نہیں بلکہ طریقہ ہائے کار تھے۔ ان میں سے کوئی بھی حتمی اور قطعی نہیں تھا بلکہ یہ بات حالات پر منحصر تھی کہ کس وقت کون سا طریقہ کار دینی جدوجہد کو آگے برہانے میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

نوجوان علماء کو اس بات سے بھی ناخبر ہونا چاہیے کہ جب یونان، ایران اور ہندوستان کے فلسفوں نے مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں دراندازی شروع کی، ان کے اثرات ہمارے ہاں پھیلنے لگے اور ان فلسفوں نے ہمارے عقائد کو متاثر کرنا چاہا تو اس وقت کے باشعور علماء اسلام نے ان فلسفوں سے آگاہی حاصل کی، ان پر عبور حاصل کیا اور ان فلسفوں کی زبان اور اصطلاحات استعمال کر کے انہی کے دلائل سے اسلام کی حقانیت کو دنیا کے سامنے پیش کیا، جبکہ آج دنیا پر مغرب کے سیکولر فلسفے کی حکمرانی ہے جس کی بنیاد مذہب سے لاتعلقی پر ہے، جس کی زبان انسانی حقوق کی زبان ہے اور جس کی نفسیات میں آزادی اور اباحت مطلقہ رچ بس گئی ہے۔ آج کی اصطلاحات سے، اس کے اسلوب سے اور اس طرز سے مکمل واقفیت حاصل کرنا ہوگی، جس طرح امام ابو الحسن اشعریؒ، امام ابو منصور ماتریدیؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، امام ابن رشدؒ اور دوسرے اہل علم نے یونانی، ایرانی اور ہندی فلسفوں پر عبور حاصل کر کے انہی کی زبان اور دلائل سے ان کا رد کیا تھا۔

یہ آج کے دور کی چند اہم ضروریات اور چند ناگزیر تقاضے ہیں جن کی طرف مناسب توجہ نہ دینے کا ہمیں نقصان ہو رہا ہے اور ہم علمی، فکری اور تہذیبی محاذ پر کھلا میدان سامنے ہونے کے باوجود پیش رفت نہیں کر پارہے۔ ان کی طرف دینی مدارس کو توجہ دینی چاہیے، دینی مدارس کا نصاب و نظام تشکیل دینے والوں کو متوجہ ہونا چاہیے۔ یہ اصل ذمہ داری اُن کی ہے، لیکن اگر ان سے ہٹ کر بھی کچھ علمی ادارے اور فکری سوسائٹیاں ان ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے انہیں پورا کرنے کی کوشش شروع کر دیں تو کچھ نہ کچھ پیش رفت ضرور ہوگی اور شاید انہی کی کوششوں سے جمود کی اس دیوار میں کوئی روشن دان نمودار ہو جائے۔

# بے تکلفی

خالد رحمن

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد چند روز قبا میں قیام فرمایا۔ اسی قیام کے عرصے میں ایک دن آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ اسی دوران میانہ قد، گھنی داڑھی اور سرخ چہرے والے ایک صاحب مجلس نبوی ﷺ میں وارد ہوئے۔ لباس گرد آلود اور چہرے پر تکان کے آثار! صاف معلوم ہوتا تھا کہ کسی لمبے سفر سے آرہے ہیں۔ ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی لگتا تھا، ان کی آنکھ میں کوئی تکلیف ہے اور وہ دکھ رہی ہے۔

مجلس نبوی ﷺ میں تشریف لانے والے یہ صحابی حضرت صہیب رومیؓ تھے۔ حضرت صہیب رومیؓ نے سرور عالم ﷺ اور حاضرین مجلس کو سلام کیا اور پھر کچھ کہے سے بغیر دیگر حضرات کے ساتھ کھجوریں کھانے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی مجلس میں موجود تھے۔ صہیب رومیؓ کی آنکھ پر بندھی پٹی کو دیکھ کر حیران ہوئے اور کہا:

اللہ کے رسول ﷺ! ملاحظہ فرمائیے! ان کی آنکھ دکھ رہی ہے اور اس کے باوجود کس شوق سے کھجوریں اڑا رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا اشارہ اس جانب تھا کہ آشوب چشم کی حالت میں کھجوریں کھانا مضر ہوتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے بھی صہیبؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: صہیب! تمہاری آنکھ آئی ہوئی ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو۔

صہیبؓ نے دلچسپ جواب دیا: انہوں نے کہا: یا رسول اللہ میں اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے۔

صہیبؓ کا یہ جواب سن کر سب ہی محظوظ ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہونے لگے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں یہ گفتگو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اور خود صحابہ کرام کے درمیان باہم تعلق کے بارے میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

دین اسلام کے ماننے والوں کا یہ اولین گروہ ایمان اور عمل کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھا لیکن ان کے نزدیک دین داری کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہر وقت چہرے پر سنجیدگی اور تناؤ کی سی کیفیت برقرار رکھی جائے اور حفظ مراتب کی ایک ایسی فضا بنائی جائے جہاں ہر فرد ایک نامعلوم خوف اور غیر ضروری احترام کا شکار ہو کر خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت محسوس کرے۔ اس کے برعکس یہ سب باہم بے تکلف دوست تھے۔ عمروں کے تفاوت، پس منظر کے اختلاف اور ماحول اور علم و عمل کے اعتبار سے مختلف درجات کے حامل ہونے کے باوجود ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے اور دلچسپ گفتگو کرتے تھے۔ باہم ہنسی اور مذاق بھی ہوتا تھا اور اس شائستہ مذاق سے وہ محفوظ بھی ہوتے تھے۔

ان کے تعلقات کا یہ پہلو انہیں ایک ایسی ٹیم کی شکل دے دیتا تھا جو آپس میں جڑی ہوئی تھی، ایک دوسرے سے محبت کرتی تھی اور اسی لیے بڑی سے بڑی مشکل کامل حل کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوتی تھی۔ ایک مقصد کے ساتھ وابستگی نے جب انہیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا تو وہ آپس میں گھل مل گئے اور ان کے درمیان حقیقی دوستی اور بے تکلفی کا تعلق وجود میں آیا۔

بے تکلفی اور خوش مزاجی و خوش گفتاری ایک ایسا ماحول پروان چڑھاتی ہے جس میں شریک ہو کر مسرت، زندگی اور کشش کا احساس ہوتا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی سو سے زائد مجالس میں شریک رہا ہوں۔ ان مجالس میں صحابہ کرامؓ اشعار بھی پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے تھے۔ نبی ﷺ یہ سب سنتے رہتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہو جاتے۔

تاہم بے تکلفی اور باہم ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کی شخصیت کا احترام اور جذبات کا خیال رکھنا ضروری ہے اور یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ مذاق میں ہمیشہ شائستگی برقرار رکھی جائے، ایسا نہ ہو کہ مزاح سے کسی کا مذاق اڑانا شروع ہو جائے۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہؒ نے جب کسی سے یہ بات سنی کہ مذاق میں بھی ایک آفت ہے تو آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا نہیں بلکہ سنت ہے، مگر اس شخص کے لیے جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔

## تعلیم یافتہ لڑکا

عبداللہ فارانی

”میاں لڑکے! کیا تم بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس بجھا سکتے ہو؟“  
چھوٹے سے قد اور گندمی رنگ کے لڑکے نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔ اس کے سامنے دو نورانی چہروں  
والے کھڑے تھے۔ اس نے فوراً کہا۔

”یہ بکریاں میری نہیں ہیں، عقبہ بن ابی معبد (مکے کا مشہور مشرک) کی ہیں۔ میں تو صرف چرواہا  
ہوں۔ اس کی اجازت کے بغیر میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا، یہ امانت میں خیانت ہوگی۔“

اب دوسرے صاحب بولے:

”اچھا تو بھائی! کوئی ایسی بکری آگے لاؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔“

اس پر چرواہے نے کہا:

ایسی بکری ہے تو سہی، لیکن آپ کے کس کام کی۔“

وہ صاحب بولے۔

”تم لاؤ تو سہی“

چرواہے نے بکری آگے کر دی۔ یہ دو حضرات نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ اسلام  
کی تبلیغ کا بالکل ابتدائی دور تھا، آپ دونوں تبلیغ کرتے دور نکل آئے تھے۔ پیاس لگی، پانی کی تلاش میں  
نظریں دوڑائیں، پانی تو نظر نہ آیا، چرواہے اور اس کی بکریوں پر نظر پڑی، چنانچہ اس کے نزدیک آگئے۔ اب  
چرواہا حیران تھا کہ یہ اس بکری کا کیا کریں گے، جس نے آج تک دودھ نہیں دیا۔ اس نے دیکھا، ان صاحب  
نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، دیکھتے ہی دیکھتے خشک تھن دودھ سے بھر گئے۔ اب حضرت  
صدیق اکبرؓ بکری کا دودھ دوہنے لگے۔ اتنا دودھ جمع ہو گیا کہ تینوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد نبی  
کریم ﷺ نے دعا کی۔ بکری کے تھن اپنی پہلی حالت پر آگئے۔

نوجوان پہلے ہی کچھ کم حیرت زدہ نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر اور حیران ہو گیا۔ مکے میں اسلام کی دعوت کی بات اس کے کانوں میں بھی پڑ چکی تھی۔ سمجھ گیا کہ یہ وہی ہیں۔ دودھ والا معجزہ دیکھ کر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس وقت تو خاموش رہا۔ شہر واپس جا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی اپنی جماعت میں شریک کر لیجئے۔“

نبی کریم ﷺ چرواہے کو دیکھ کر مسکرائے۔ اس کی ایمانداری پہلے ہی دیکھ چکے تھے، اسے کلمہ پڑھایا، سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

”تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔“

یہ خوش قسمت نوجوان حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ بنو خندف کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ایمان لانے کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود نے خود کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، اور ذوق و شوق سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس وقت تک صرف چند افراد ہی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ ایک دن ان حضرات نے آپس میں مشورہ کیا کہ قریش نے آج تک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں سنا، کوئی ان کے سامنے بلند آواز میں قرآن پڑھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے فوراً کہا: ”یہ کام میں کروں گا۔“

اس پر صحابہؓ نے ان سے کہا۔ یہ کام بہت خطرناک ہے، ایسا نہ ہو، تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ، تمہارا قبیلہ اتنا طاقتور نہیں ہے کہ تمہیں مشرکین سے چھڑا سکے۔

ان کی بات سن کر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے پر جوش لہجے میں کہا:

آپ لوگ مجھے یہ کام کرنے دیں، میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے، وہی میری مدد کرے گا۔ دوسرے دن سورج طلوع ہونے کے بعد جب مشرکین مکہ ایک جگہ جمع تھے، حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے نہایت بلند آواز میں ان کے سامنے قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

یہ تو وہ کتاب پڑھ رہا ہے جو محمد (ﷺ) پر اتری ہے۔

یہ سنتے ہی تمام مشرکین غصے میں بھر گئے۔ عبد اللہ بن مسعود پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں اس قدر مارا کہ ان کا چہرہ سوج گیا، جسم کے کئی حصوں سے خون بہنے لگا، لیکن انہوں نے قرآن کی تلاوت نہ روکی، تلاوت

کرتے جاتے تھے اور مار کھاتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ مشرکین مارتے مارتے تھک گئے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ اس وقت خاموش ہوئے جب قرآن کی سورۃ ختم ہو گئی۔ خستہ حالت میں واپس لوٹے، صحابہؓ نے دکھ کر کہا۔  
ہمیں اسی بات کا ڈر تھا۔

یہ سن کر انہوں نے پر جوش انداز میں کہا۔ ”میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کل پھر انہیں اللہ کا کلام سناؤں گا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: جتنا تم نے کیا کافی ہے۔ اپنے ساتھیوں کے مجبور کرنے پر حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رک گئے، کفار بھلا کب آرام سے بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے انہیں ستانے پر کمر باندھ لی۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔

آپؐ نے دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، تیسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ نبی کریم ﷺ نے بھائی چارہ کر لیا تو انہیں حضرت معاذ بن جبلؓ انصاری کا بھائی بنایا۔ ان کے رہنے کے لیے مسجد نبوی کے پاس زمین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔

۲ ہجری سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ غزوہ بدر میں جب دو بچوں نے ابو جہل کو شدید زخمی کر دیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ابو جہل کو تلاش کرتے وہاں پہنچ گئے، ابو جہل دم توڑتا نظر آیا۔ آپ نے اس کا سر کاٹ لیا اور لا کر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ابو جہل کا ناپاک سر دیکھ کر فرمایا۔

حمد و ثنا کے لائق وہ اللہ ہے جس نے اے اللہ کے دشمن تجھے ذلیل کیا: پھر فرمایا: ”اس امت کافر عوام مر گیا۔“

غزوہ بدر کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے نہایت جوش اور جواں مردی کے ساتھ احد، خندق اور خیبر کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ۸ ہجری میں حنین کا معرکہ پیش آیا۔ ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبیلوں کو شیطان نے بہکایا۔ انہوں نے دوسرے قبیلوں کو ساتھ ملایا اور ہزارہا جنگجو مکے کی طرف بڑھے۔ نبی پاک ﷺ کو اطلاعات ملیں تو آپ

نے فوراً جنگ کی تیاری کی اور بارہ ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر مکے سے روانہ ہوئے۔ اسلامی فوج میں مکے کے دو ہزار نئے مسلمان بھی شامل ہو گئے۔ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر مسلمانوں کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

”اب ہمیں کون شکست دے سکتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اسلامی لشکر حنین کی وادی میں پہنچا۔ وادی کے دونوں طرف دشمن چھپا ہوا تھا۔ مسلمان اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ آگے بڑھتے چلے گئے، پھر جونہی ان کا ہر اول دستہ دشمن کی زد میں آیا۔ انہوں نے تیروں کی بارش کر دی، پھر نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہر اول دستے میں زیادہ تر نئے مسلمان تھے۔ وہ بوکھلا کر بھاگے، دوسرے مسلمان بھی گھبرا گئے۔ ان میں سے اکثر کے قدم اکھڑ گئے۔ اس نازک وقت میں نبی کریم ﷺ میدان میں جم کر کھڑے رہے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر سی جماعت آپ ﷺ کے گرد جاں نثاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ایسے میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

عبداللہ! مجھے ایک مٹھی خاک دو۔

انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ آپ ﷺ نے یہ خاک مشرکین پر پھینکی، اللہ نے ان کی آنکھیں غبار آلود کر دیں، ساتھ ہی تمام مسلمان پلٹ پڑے اور کفار پر زبردست حملہ کر دیا، مشرکین نے بڑی طرح شکست کھائی۔ اپنے بے شمار مقتولین اور زخمی میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یرموک کی لڑائی میں حصہ لیا۔ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفے کا قاضی مقرر کیا۔ وہاں کا بیت المال اور دینی تعلیم کا شعبہ بھی آپ کے سپرد کیا۔ دس سال تک قاضی رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس عہدے سے فارغ ہوئے۔ حج کے لیے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے، راستے میں ایک مقام ربذہ سے گزرے، وہاں ایک خاتون بیٹھی نظر آئیں۔ اس نے ان مسلمانوں کو پکارا۔ معلوم ہوا، وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے، وہ اس جگہ تمہارے تھے، سب فوراً ان کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، اپنے کفن دفن کے بارے میں ہدایات دیں اور انتقال

کر گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، سب نے مل کر انہیں سپرد خاک کیا اور حج کے لیے آگے روانہ ہوئے۔

حج سے واپسی کے بعد آپ نے ۳۲ھ میں انتقال کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے خاص خادموں میں شامل تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں بہت زیادہ رہنے کا موقع ملا۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد جن صحابہؓ کو قرآن کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے، آپ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

”ایک برتن ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔“

آپ قرآن کے قاری، دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ”جب تک ہم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا عالم موجود ہے، مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت نہ کرو۔“

ایک دوسرے صحابی حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ ”میں نہیں جانتا، رسول اللہ ﷺ کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم ہے۔“

آپ رضی اللہ عنہ احادیث کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ فقہ کے تو امام تھے۔ آپ بدعات کے سخت خلاف تھے۔ اگر معلوم ہوتا کہ کچھ لوگوں نے کوئی بدعت جاری کی ہے تو فوراً جا کر ان کی خبر لیتے تھے۔ حد درجے کے عبادت گزار تھے۔ روزے کثرت سے رکھتے تھے، آپ میں عاجزی بہت تھی، کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو فوراً کہہ دیتے میں نہیں جانتا۔ نبی اکرم ﷺ کو آپ پہ اس قدر اعتماد تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”جس چیز کو تمہارے لیے عبد اللہ ابن مسعودؓ پسند کریں، میں بھی تمہارے لیے اس چیز کو پسند کرتا ہوں، اور اس پر راضی ہوں۔“

انسان عین بربادی کے کھنڈر میں کھڑا ہو کر بھی اپنے سفر زندگی کو ختم نہیں کر سکتا، بلکہ اپنی نئی تعمیر کا منصوبہ سوچتا ہے اور جلد ہی نقصان کی تلافی کر لیتا ہے۔

## محاسبہ اور تربیت نفس

ارشاد الرحمن

امکانات سے بھری اس دنیا میں یہ ممکن نہیں کہ انسانوں میں کوئی انسان ایسا ہو جس کے اندر کوئی عیب اور نقص نہ ہو، وہ کبھی غلطی اور خطا کا ارتکاب نہ کرتا ہو، اس سے کبھی گناہ نہ ہوتا ہو۔ خامیوں کو تاہیوں، غلطیوں اور خطاؤں کے وقوع کو روک دینا انسان کے بس میں نہیں، البتہ ان کے وقوع کے امکانات کو کم کرنا ممکن ہے۔ خطاؤں اور برائیوں کے سلسلے کی تاریخ جس قدر مختصر ہوتی ہے ان سے چھٹکارا حاصل کرنا اتنا ہی آسان ہوتا ہے اور تاریخ جس قدر طویل ہو چھٹکارا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

خطاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے سب سے اہم چیز انسان کا احساس ہے۔ پھر اس کا ارادہ و عزم اور جوش و جذبہ، اس احساس کو عملی قالب میں ڈھالتے ہیں، تو انسان کی زندگی گناہوں سے دور اور نیکیوں سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ احساس سے مراد انفرادی احساس ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے آپ کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے، اپنے نفس کی خرابیوں کو پہچانے اور ان کو دور کرنے کا محکم ارادہ کرے۔ اسلامی تحریک کے ایک کارکن کے لیے اس عمل کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ جب وہ داعی الی اللہ کی حیثیت سے اصلاح عوام کے لیے نکلتا ہے تو اس کا اپنا دامن ان گناہوں سے پاک ہونا چاہیے، جن گناہوں کی آلودگی سے وہ لوگوں کا تزکیہ کرنے کے لیے اٹھا ہے۔ اسے مضبوط عزم اور ٹھوس کردار کا مالک ہونا چاہیے۔ اسے اپنے ایمان، علم، اخلاق اور کردار کے لحاظ سے ممتاز اور منفرد ہونا چاہیے۔ اس وقت حالات کی دگرگونی کا عالم یہ ہے کہ ہر سمجھ دار اور حساس فرد امت اسلامیہ کی دینی اقتصادی اور سیاسی و اجتماعی زندگی کی بد حالی کا ذکر افسوسناک انداز میں کرتا ہے۔ یقیناً یہ احساس ایک اچھے مستقبل کی تمہید ہے۔ حالات کی بہتری کے لیے اسی طرح کا احساس درکار ہوتا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ بہتری کا یہ عمل کیسے ممکن ہو۔ کوئی پر امن راستہ کون سا ہے جس پر چل کر اصلاح امت کی اس منزل تک پہنچا جاسکے؟ اگر صرف ایک جملے میں اس کا جواب دیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ”فرد اپنی اصلاح کر لے تو امت کی بگڑی سنور سکتی ہے“ مگر کس طرح ہو؟

### محاسبہ نفس ضرورت و اہمیت:

اصلاح نفس کے اندر وہ طریقے اور اسباب و ذرائع بے شمار ہیں۔ ہم صرف اس ایک ذریعے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کو اختیار کر لیا جائے تو انسان تزکیہ و تربیت کے دیگر بہت سے ذرائع کی کمی کو از خود پورا کر سکتا ہے۔ یہ ذریعہ، محاسبہ نفس کا عمل ہے۔ اسلام کا پورا نظام دراصل فرد کی اصلاح کا ضابطہ پیش کرتا ہے۔ شریعت کے احکام کے علاوہ عقل و دانش کا تقاضا بھی ہے کہ مسلمان اپنی تربیت نفس کی طرف خصوصی توجہ دے۔ لہذا فرد کو یہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اس نے کیا جھلائی کی اور کون سی برائی کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ اپنے انفرادی اور اجتماعی فرائض کہاں تک ادا کر رہا ہے۔ اس جائزے کا مقصد اپنی آئندہ زندگی کو نکھارے اور سنوارنے کی جدوجہد کو مزید تیز کرنا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے محاسبہ نفس کا تصور یوں دیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ [الحشر ۵۹: ۱۸]

“اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔”  
امام ابن کثیرؒ کہتے ہیں: “اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کیے جانے سے پہلے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کر لو اور دیکھو کہ تم نے قیامت کے روز اپنے رب کے سامنے پیش کرنے کے لیے کیا اعمال صالحہ جمع کیے ہیں، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تمہارے تمام احوال و اعمال کو خوب جانتا ہے۔ اس سے تمہاری کوئی شے مخفی نہیں۔”

[تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۵]

حدیث رسول ﷺ سے بھی اس ضمن میں رہنمائی ملتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَا جِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ الْأَمَانِي﴾ [ترمذی: ۶۴۵۹]

“سمجھ دار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کر لیا اور بعد الموت کے لیے عمل کیا۔ اور بے بس وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگا دیا اور اللہ سے آرزوئیں کرتا رہا۔”

سیدنا عمرؓ کا مشہور قول ہے: “اپنا محاسبہ کیے جانے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کر لو، اور اپنا وزن کیے جانے سے قبل خود اپنا وزن کر لو۔ یہ تمہارے لیے آسان ہے کہ کل کے حساب سے پہلے آج اپنا محاسبہ کر لو۔ اور بہت بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ، جس روز تم کو پیش کیا جائے گا تو تمہاری کوئی چیز مخفی نہیں ہوگی۔”

[امام احمد کتاب الذہد: ۱۷۷]

حسن بصریؒ کہتے ہیں: ”آدمی اس وقت تک بھلائی پر رہتا ہے جب تک اس کو وعظ نصیحت کرنے والا اس کا نفس ہوتا ہے اور محاسبہ ہوتا ہے اور محاسبہ نفس اس کی ترجیحات میں شمار ہوتا ہو۔“

امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں: ”غفلت، محاسبہ نہ کرنا، اصلاح کے کام کو مؤخر کرتے رہنا، اور معاملات کو معمولی خیال کرنا، یہ سب رویے تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور یہ دھوکے میں مبتلا لوگوں کی حالت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور پیش نظر صورت حال ہی کو دیکھتے اور معافی کے تصور پر انحصار کیے رہتے ہیں۔ وہ محاسبہ نفس اور انجام پر نظر رکھنے کو اہمیت نہیں دیتے۔ جب انسان ایسی روش اختیار کرنے لگے تو اس کے لیے ارتکاب گناہ کے مواقع آسان ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ گناہوں سے اس کو پیار ہونے لگتا ہے اور ان سے کنارہ کش ہونا اس کے لیے مشکل ہے۔“ [اغاثۃ اللہفان، ج ۱، ص ۷۷،

[۱۳۲]

ابن قیمؒ محاسبہ نفس کے طریقوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: سب سے زیادہ مفید طریقہ یہ ہے کہ آدمی سونے سے پہلے کچھ دیر کے لیے بیٹھ جائے اور اپنا محاسبہ کرے کہ آج اس کو کیا خسارہ ہوا اور کیا منافع؟ پھر از سر نو اللہ کے سامنے خالص توبہ کرے اور اس عزم کے ساتھ سو جائے کہ اب وہ بیدار ہو کر گناہ نہیں کرے گا۔ یہ عمل وہ روزانہ رات کو سوتے وقت انجام دے۔ اگر وہ ایسے عمل پر کسی روز فوت ہو گیا تو وہ توبہ پر فوت ہو گا، اور اگر بیدار ہو گا تو عمل صالح کی طرف متوجہ ہوتا ہو اور بیدار ہو گا۔ [کتاب الروح

، ص ۷۹]

## جوہرات سے قیمتی

- اگر آپ اپنے نفس کو میانہ روی اور کفایت شعاری کا عادی بنالیں تو ہزار مصیبتوں اور تکالیف سے نجات مل جائے گی۔
- افراط و تفریط اور بے اعتمادی زندگی کے کسی بھی شعبے میں ہو، اسی کے نتائج نقصان دہ اور مایوس کن ہوتے ہیں۔
- دوستانہ تعلق کے ذریعے دشمن کو دوست، سخت کو نرم اور پتھر کو موم بنایا جاسکتا ہے۔

## تبلیغی جماعت پر پابندی۔۔۔؟؟

اور یا مقبول جان

جس واقعہ نے گزشتہ 15 سال سے اس دنیا کو ایک جہنم میں بدل کر رکھ دیا ہے وہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر 4 امریکی طیاروں کو اغوا کر کے حملہ کرنا ہے۔ ان میں دو تو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر نشانہ بناتے ہوئے پوری دنیا کی ٹیلی ویژن اسکرینوں پر نظر آئے، جب کہ ایک پینٹاگون کی عمارت اور دوسرا پنسلونیا کے آس پاس کہیں گرا۔ گزشتہ 15 سال سے اس واقعے کو نائن ایون یعنی 11 ستمبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کی دنیا اور اس کے بعد کی دنیا میں اس قدر فرق آیا ہے کہ دنیا بھر میں جرم کے معیارات اور مجرم کی شناخت کے پیمانے تک بدل گئے ہیں۔ دنیا بھر میں مشتبہ لوگوں کا حلیہ ہی بدل گیا ہے۔ دہشت گردی کی اصطلاح عام ہوئی تو دنیا کے کارپوریٹ سرمائے سے چلنے والے میڈیا نے دہشت گردوں کی نرسریوں سے لے کر ان کے اعتقادات، خیالات، علم حاصل کرنے کے مقامات اور آخر کار ان کے حلیوں تک کو ایسے پیش کیا جیسے ہر وہ شخص جو اسلام میں بظاہر دلچسپی لیتا ہو، داڑھی بڑھالے، شخوں سے اونچی شلوار کر لے، پانچ وقت نماز کے لیے قریبی مسجد کا رخ کرے، سر پر پگڑی، ٹوپی یا صافہ رکھ لے، تو ایسا شخص عین ممکن ہے دہشت گرد ہو یا پھر ایسے حلیے والے بہت سے لوگوں کے درمیان دہشت گرد چھپ سکتا ہے۔

گزشتہ 15 سال کی اس میڈیا جنگ نے آج پوری دنیا میں ظالم، دہشت گرد اور تخریب کار ایک ایسا چہرہ تسلیم کر دیا ہے جو کبھی ایک تہجد گزار، اللہ کے دین پر عمل پیرا، دنیا کے طعنوں سے بے نیاز ایک ایسا لباس زیب تن کرنے والا تہاجر قرن وسطیٰ کے مسلمان پہناتے تھے۔ اس لیے مجھے بالکل حیرت اور تعجب نہیں ہو جب حکومت پنجاب نے پنجاب کے تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت کے داخلے پر پابندی عائد کر دی۔ ایسے حلیے کے لوگ اس مغرب زدہ مخلوط تعلیمی اداروں میں کتنے برے لگتے ہیں۔ وہ سارے کا سارا تصور ہی پاش پاش ہو جاتا ہے جو ہم نے ”سافٹ“ پاکستان کا بنا رکھا ہے۔ تبلیغ پر تو ویسے بھی پابندی لگانی ہی چاہیے تھی۔ اس لیے کہ جس طرح ہم اسلام کو خوفناک بنا کر پیش کرتے ہیں، یہ لوگ تو بالکل اس کے الٹ ہیں۔ مسجد کے ایک کونے میں پڑے رہتے ہیں۔ عصر کے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔

ایک ان میں نظریں نیچی کیے میرے بھائی کے لفظ سے آغاز کرتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ میری اور آپ کی بھلائی پورے دین میں ہے۔ اور بات کا اختتام اس جملے پر ہوتا ہے کہ مغرب کے بعد مسجد میں اس سلسلے میں بیان ہو گا، آپ تشریف لائیے گا۔ گزشتہ 50 سال سے میں ان کا یہ رویہ دیکھ رہا ہوں اور اس معاشرے کا رویہ بھی جو ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ کون ہے جو ان پر اپنے دروازے بند نہیں کرتا۔ انہیں تمسخر کا نشانہ نہیں بناتا۔ ان پر مغلظات نہیں بکتا، لیکن یہ بھی نجانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں کہ ایک دروازے سے گالیاں سن کر اگلے دروازے پر دستک ضرور دیتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں دو گروہ ایسے ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں آنا، غرور اور نفس کو کچلنے کی اس طرح ترغیب دی ہو۔ ایک اہل تصوف اور دوسرے تبلیغی جماعت کے لوگ۔ اہل تصوف تو کسی میں ذرا سا بھی غرور یا تکبر دیکھتے تو کشکول ہاتھ میں پکڑا دیتے کہ جاؤ بھیک مانگ کر لاؤ یا پھر جھاڑو پکڑا دیتے کہ تم خانقاہ کی صفائی پر مامور کر دیے گئے ہو۔ تبلیغی جماعت والوں نے بھی ضبط نفس کی جو تربیت پائی ہے اس پر حیرت ہوتی ہے۔

گریڈ بانئیس کے بیورو کریٹ سے لے کر کروڑوں کمانے والے تاجر تک اور جسمانی طور پر دس لوگوں پر بھاری انسان تک سب کے سب اس طرح سر جھکائے لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے ہوتے ہیں جیسے یہ اس شخص کے مجرم ہوں جسے دعوت دے رہے ہیں۔ کوئی ان کی ہنسی اڑائے، ان کی بات سننے سے انکار کرے، انہیں بے نقط سنائے، یہ خاموشی سے چپ چاپ اپنی راہ لیتے ہیں۔ ایسا رویہ اگر اسی طرح کے گریڈ بانئیس کے افسر، کروڑ پتی تاجر یا جسمانی طور پر مضبوط شخص کے ساتھ عام زندگی میں کیا جائے تو اس کا نتیجہ انتہائی خوفناک نکلتا ہے۔ نائن الیون سے پہلے ان لوگوں کو بے ضرر سمجھا جاتا تھا۔ دفتر میں ان کو چار ماہ کے چلے کے لیے چھٹی مانگنے پر دے دی جاتی تھی۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں خواہ وہ اسکینڈے نیویا کے ممالک کی طرح سیکس فری ملک کیوں نہ ہو، تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کبھی ویزا کی مشکلات نہ ہوں۔ آسٹریلیا سے لے کر امریکا کے ساحلوں تک یہ لوگ آزادانہ تبلیغی کام کرتے تھے، لیکن نائن الیون کے بعد صرف ان کے حلیے نے انہیں مشکوک کر دیا۔

یہ میڈیا کس قدر طاقتور چیز ہے۔ یہ پروپیگنڈہ کی مشنری کس قدر خوفناک ہے کہ جرم کوئی بھی کرے آپ مجرم جس کو چاہے ثابت کر دیں۔ نائن الیون کا واقعہ جن 14 افراد نے کیا ان میں چار لیڈران جنہوں نے جہاز اغوا کیے ان کے حلیے اور حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ محمد الامیر السید عطا جس نے امریکن

ایرلینڈ کی فلائٹ نمبر 11 کو اغوا کیا۔ ایک کلین شیونوجوان جس نے قاہرہ یونیورسٹی سے آرکیٹیکٹ کی ڈگری حاصل کی اور پھر 1990ء میں جرمنی کی ٹیکنیکل یونیورسٹی ہیمبرگ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخل ہوا۔ مردان یوسف محمد رشید لکرا ب شیشی۔ متحدہ عرب امارات سے انگلش میڈیم اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہوا۔ فوج سے وظیفہ لے کر اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی روانہ ہوا اور پہلے یونیورسٹی آف بون اور پھر ٹیکنیکل یونیورسٹی ہیمبرگ میں پڑھتا رہا۔

اس نے یونائیٹڈ ایئر لائن کی پرواز اغوا کی۔ ہانی صالح حسن حنجور، ایریزونا یونیورسٹی امریکا میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے سیرا اکیڈمی ایرنٹک میں کورس مکمل کیا۔ اس نے یونائیٹڈ ایئر لائن کی پرواز 175 کو اغوا کیا۔ زیاد سمیر جراح لبنان کے شہر بیروت سے 1996ء میں جرمنی کی یونیورسٹی GREIFSWALD میں جرمنی زبان سیکھنے کے لیے داخل ہوا اور پھر ہمبرگ کی یونیورسٹی فار اپلانڈ سائنسز میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ یہ وہ چار لوگ تھے جنہوں نے باقی دس لوگوں کے ساتھ مل کر جہاز اغوا کیے اور گیارہ ستمبر کا معرکہ برپا کیا۔

ان میں سے کوئی ایک بھی کسی مدرسے کا پڑھا لکھا نہیں تھا جنہیں آج کا میڈیا جہاد کی نرسریاں بتایا جاتا ہے۔ سب کے سب سیکولر مغربی تعلیمی اداروں میں پڑھ کر نکلے تھے۔ ان میں کسی کا حلیہ بھی ویسا نہ تھا جیسا آج دہشت گردوں کا بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ القاعدہ کی پوری کی پوری قیادت کو اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو کوئی بھی کسی مدرسہ کا فارغ التحصیل نہیں ملے گا۔ خود اسامہ بن لادن مغربی طرز پر قائم یونیورسٹی میں پہلے انجینئرنگ اور پھر اسلامیات کی ڈگری حاصل کرنے والا، ایمین الظواہری میڈیکل کالج سے میڈیسن کی ڈگری لیے ہوئے، خالد شیخ محمد جسے انتہائی خطرناک بنا پر پیش کیا جاتا ہے، پہلے یونیورسٹی آف نارٹھ کیرولینا میں پڑھتا رہا اور پھر اس نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات کی ڈگری حاصل کی۔

رمزی یوسف کویت سے پڑھائی کے لیے نکلا اور مشہور عام ”سوانسا انسٹیٹیوٹ“ سے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کر کے لوٹا۔ یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے نائن ایلیون برپا کیا یا القاعدہ قائم کی۔ آج اس وقت وہ لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں یورپ کے ممالک سے شام میں جا کر لڑ رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے کسی مدرسے سے تعلیم حاصل کی ہو۔ پورا یورپ حیران ہے کہ یہ ڈاکٹرز، انجینئرز، سائنس اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے والے، جدید سیکولر نظام تعلیم میں پلے بڑھے، انہیں کس بات نے مجبور کیا کہ یہ شام میں لڑنے والے گروہوں کے ساتھ شامل ہو گئے، لیکن کمال ہے اس میڈیا کا جس کی طنابیں اس کارپوریٹ

انڈسٹری کے ہاتھ میں ہیں جو اس دنیا کو پر امن دیکھنا نہیں چاہتی۔ اس دنیا میں جتنے میدان جنگ ہونگے، ان کا اسلحہ اتنا ہی بکے گا۔ لوگ جس قدر خوفزدہ ہوں، گے ان کے سامان کی اتنی ہی کھپت ہوگی۔ انہوں نے خوبصورت زندگی کا ایک تصور میڈیا پر پیش کیا ہے، مخلوط ماحول، ساحل سمندر پر نیم برہنہ زندگی، ٹائٹ کلب، بڑی بڑی عمارتیں، تیز رفتار ٹریفک، محبت کی کہانیاں، فیشن شو، فلم کی دنیا اور اعلیٰ تعلیمی درس گاہیں۔ وہ اس خوبصورت زندگی کو جسے وہ لائف اسٹائل کہتے ہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا مال بکتا رہے، میک اپ سے لے کر برگر تک اور اس کے برعکس ایسا لائف اسٹائل جس میں کچا کرہ، سوکھی روٹی، پیوند لگے کپڑے اور قناعت کا سامان ہو، وہ انھیں زہر لگتا ہے۔

اس لیے خواہ سارے کے سارے دہشت گرد اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے پڑھے لکھے ہوں، گالی مدرسے کو پڑے گی، ”دہشت گرد“ داڑھی اور پگڑی والا ہی ہو گا اور پابندی تبلیغ کرنے والوں پر ہی لگے گی، خواہ ان جیسا مرنجان مرنج اور ضبط نفس والا کوئی اور ذی نفس دنیا میں نہ ہو۔ جس بازار میں جھوٹ اور منافقت کی چکا چوند ہو، وہاں پنجاب حکومت کی آنکھیں چندھیا جائیں تو کچھ عجب نہیں۔

## اسلام اور پاکستان کے خلاف یہود و ہنود کی سازشیں

محمد ندیم

اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو رہبانیت اور مادیت پرستی سے صرف نظر روح اور بدن، دین و دنیا کے باہمی اشتراک کا نام ہے۔ جہاں یَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا کے ذریعے تعلق مع اللہ استوار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، وہاں هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا کے ذریعے بدن کی نشوونما کا سامان بھی مہیا کیے دیتا ہے۔ جہاں وَاللَّهُمُّ إِلَهُ وَاحِدٌ کے ذریعے زمین پر بیٹھے خداؤں کی غلامی کا طوق نکال کر اللہ کی غلامی کا قلابہ زیب تن کرنے کو کہا جاتا ہے، وہاں وَالْفُلُكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ کے ذریعے خالق کائنات کی پیدا کردہ چیزوں سے استفادہ کو بھی مستحسن قرار دے دیا گیا ہے۔ جہاں مومنوں کو إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ جیسے روحانی صفات سے موصوف قرار دیا گیا ہے تو وہاں وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَظَعْتُمْ کے ذریعے مادی ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کا سبق بھی سکھاتا ہے۔ الغرض فلسفہ اسلام یہی ہے کہ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً یعنی روح اور بدن اور دین و دنیا ایک دوسرے پر موقوف ہیں، یہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے جزو لاینفک ہیں۔ جب بھی ان دونوں اجزاء کے توازن کو برقرار رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نورانی مخلوق پر انسان (جو کہ روح اور بدن سے مرکب ہے) کی تعظیم و تکریم واجب قرار دی۔ جب بھی ان دونوں اجزاء کے توازن کو برقرار رکھا گیا تو زمین سے چل کر تمام انبیاء کی امامت، آسمانوں کا سفر، عجائبات کا مشاہدہ اور ان تمام کے علاوہ كُلُّ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کو اپنے مبارک قدموں سے چھوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی حاصل ہوا جسے معراج کہا جاتا ہے۔ اسلام کی اسی عالمگیریت اور وسعت پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے چند برگزیدہ بندوں کو اس عالمی پیغام کو پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے منتخب فرمایا مزید برآں وَلَوْ كَرِهَ

الْكَافِرُونَ اور وَاُولَئِكَ كَانُوا لَمُسْخِرِينَ كُونَ کے ذریعے اس بات کی اطلاع دی گئی کہ جتنا پیغام عالمگیر ہے اتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دین اسلام جو کہ مکمل نظام حیات ہے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کا سامان مہیا کرتا ہے کی عالمگیریت اور اِظْهَارِ عَلٰی دِيْنِ كَلِمَةٍ كَوْنِہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ازل سے ابد تک اسلام اور مسلمان دشمن عناصر برسرِ پیکار ہیں۔ کبھی آدم اور شیطان کی صورت میں، تو کبھی نوح اور قوم نوح، کبھی ہود اور قوم عاد کی صورت میں، تو کبھی صالح اور قوم ثمود کی صورت میں، کبھی شعیب اور اہل مدین کی صورت میں، تو کبھی محمد الرسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کی صورت میں، تو کبھی عالم کفر اور اسلام، بالفاظ دیگر یہود، ہنود اور مسلمانوں کی صورت میں، لیکن نتیجہ ہر دور میں یہی رہا ہے کہ حزب الشیطن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے ہی ذلیل و رسوا رکھا، کیونکہ ان کا مقابلہ ہمیشہ دوسروں کی تحقیر اور حسد کی بنیاد پر ہوتا ہے اور ان شاء اللہ موجودہ دور کے تنازعات کا نتیجہ بھی یہی نکلے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اِنَّ عِبَادِيْ لَكُمْ عَلَيْنِهِمْ سُلْطٰنٌ اِثْلٌ ہے اور اللہ کے فیصلے کا رخ کوئی نہیں موڑ سکتا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ حَكَمْتَ مِنْ قَبْلُ وَاَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔

یوں تو مذکورہ الصدر دونوں قوتیں (یہود، ہنود اور مسلمان) ابتداء سے برسرِ پیکار ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں مستقل بنیادوں پر دشمنی کی ابتداء تب سے ہوئی جب سے پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھر آیا۔ اسرائیل جو کہ عمر میں پاکستان سے ایک سال چھوٹا ہے، اپنی پیدائش کے فوری بعد پاکستان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ذہن چالاک اور عیار یہودی سمجھ گئے تھے کہ ایک نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے والی اسلامی ریاست اس کے لیے بہت بڑے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ لہذا شروع ہی میں پاکستان کی قیادت پر سنہرا جال ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ لیاقت علی خان کو امریکہ کے دورہ کے دوران اسرائیل کو تسلیم کرنے کے عوض وسیع پیمانے پر امداد کی پیش کش ہوئی، جسے لیاقت علی خان نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ Our souls are not for sale!۔ اس کے بعد 1967ء اور 1973ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں پاکستان کی فضائیہ نے عربوں کی مدد کی اور اسرائیلی فضائیہ کو زک پہنچائی، جس سے پاکستان اور اسرائیل کی دشمنی مزید بڑھ گئی۔ اُس وقت سے لے کر آج تک اسرائیل پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے اور پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ جب 1967ء کی جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی،

جس کا جشن یہودیوں نے فرانس میں منایا اور ایک تقریب میں اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے صاف صاف اعلان کیا کہ ”ہماری اصل جنگ عربوں سے نہیں پاکستان سے ہے اور پاکستان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔“ خود کو بندروں کی اولاد کہنے والے یہود اس کوشش میں مگن ہیں کہ ہر قیمت پر پاکستان کو ایٹمی اٹاشہ جات سے محروم کیا جائے۔ اس کے لیے نائن الیون کا جو ڈرامہ رچایا گیا تھا وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یعنی افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو پارہ پارہ کر دیا جائے، اور اگر پاکستان اس میں رکاوٹ بنے تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ایٹمی اٹاشہ جات کو تباہ کر دیا جائے۔ دشمنی میں مزید کشیدگی اور جمود 28 مئی 1998ء کی رات کو بنی جب اسرائیل نے پاکستان کے ایٹمی اٹاشہ کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی اور صبح کو ترکی بہ ترکی جواب دینے سے جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور آگ بھگولا ہو گئے۔ بندروں کی اولاد نے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اپنے ہم مثل یعنی گائیں کے پجاریوں جیسی حقیر قوم کی خدمت حاصل کی، جن کے تعصب کی شہادت قرآن مجید نے لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا کے الفاظ سے دی ہے۔ فلسفہ اسلام کو مسلسل اپنی ہدف کا نشانہ بنایا ہوا ہے اور گائیں کے پجاریوں (یوں تو دونوں میں گائیں کی تقدس اور عبادت کا نظریہ مشترک ہے لیکن ہنود مبالغہ آرائی کے طور پر پیشاب پینے سے بھی نالاں نہیں ہیں) کو شعوری یا غیر شعوری طور پر آلہ کار کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے، جو ہاتھ تو ملاتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے وار کرنا ان کا طرہ امتیاز ہے اور ہر طرح سے فلسفہ اسلام کو ناقص اور دین اسلام کو دہشت گردی کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ چونکہ بزمِ خویش یہود اپنی پیدائش کا مقصد یہی گردانتے ہیں کہ بادشاہت اور اقتدار کا حق صرف انہی کو حاصل ہے دیگر تمام دستِ نگر اور غلام بن کر زندگی گزاریں گے۔ لہذا ان کی خواہش برائے خواہش کی راہ میں فلسفہ اسلام ایک بڑی رکاوٹ تھی، رکاوٹ ہے، اور رکاوٹ رہے گی (ان شاء اللہ)۔ اسی لیے انہوں نے بنیاد سے کام کرنا شروع کیا۔ پہلے فلسفہ اسلام کے جزء اول یعنی وہ ادارے جہاں سے روحانی قوتیں پروان چڑھتی ہیں، کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ دہشت گردی پھیلانے والے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ مذہبی منافرت کو پھیلانے میں بڑے زور و شور سے کام ہو رہا ہے۔ چنانچہ ہر داڑھی ٹوپی والا، مسجد و مدرسہ سے تعلق رکھنے والا، اپنے ہی وطن عزیز کو چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، انسانی شکلوں میں متشکل بھیڑیا، زمین پھر چلتے ہوئے

درندوں اور سفاک قسم کے آدم خوروں سے خالی کرنے والا، بحالت مجبوری اپنی ہی دفاع کرنے والا قابلِ تضر اور مورد الزام ٹھہرا کہ دین کی علامات اور شعائر اللہ کی تحقیر کے بغیر لادینی قوتوں کا مقصد پورا ہی نہیں ہوتا۔ اسی بات کو علامہ محمد اقبالؒ اپنے ہی دور بھانپ گئے تھے اور فرمایا:

افغانیوں کی غیرت ایمان کا ہے علاج

ملا کو ان کے کوہ و دامن سے نکال دو

لہذا آج ہر تیسرا شخص اللہ کی کتاب کو ہاتھ میں پکڑنے والوں کو، اس کی دعوت کو عام کرنے والوں کو، سنت رسول اللہ ﷺ کو اس پُر فتن دور میں زندہ رکھنے والوں کو، مدرسہ جانے والے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہوا اور نفرت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے نیز بغیر تنخواہوں کے اپنے ملک کی حفاظت کرنے والوں کو ملک کا خطرناک دشمن تصور کیا جاتا ہے۔ آسمانی دین کے خاتمے کے بعد وہ ایک زمینی دین کے نفاذ کے لیے بے تاب ہیں۔ زمینی خدا کی جھوٹی خدائی کا سکہ اس وقت تک چل نہیں سکتا جب تک آسمان کے سچے خدا کی بابرکت علامات زمین سے مٹانہ دی جائیں اور یہ مٹ نہیں سکتیں جب تک ان کو بد نام کر کے متبادل شیطانی روایات متعارف نہ کروادی جائیں۔ لہذا ان کو دقیانوس، قدامت پسند، تنگ نظر، دہشت گرد جیسے گھناؤنے القابات سے ملقب کیا گیا۔ پروپیگنڈا کے زور سے ہر مسلمان اس کی وہی تصویر دیکھ رہا جو وہ اسے دکھانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پروپیگنڈہ میں تو شیطان سب کا استاد اعظم ہے [وَاسْتَفْزِرُ مِنْ اَسْتَطْعَتٍ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ] اور یہ تمام اپنے پیارے باپ کے پیاری اولاد ہیں Genetic Biology کی روح سے کچھ خصوصیات کا یکساں ہونا امر ناگزیر ہے، کچھ خصوصیات تو ان میں اپنے باپ کی تو یکساں ضرور ہوں گی۔ تو پہلے فلسفہ اسلام کے جزء اول پر حملہ کیا گیا۔ اور اب یوں دکھائی دے رہا ہے کہ فلسفہ اسلام کے جزء ثانی یعنی وہ ادارے جہاں سِیْرُوْا فِي الْاَرْضِ سَخَّرْ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ اور اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے لیے رجال کار مہیا کیے جانے والے اداروں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں۔ پہلی مرتبہ حملہ تو غیر رسمی طور پر 1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد نصاب سازی کی شکل میں کیا گیا (جو آج تک موضوع بحث ہے)۔ اور باقاعدہ طور پر آج سے تیرہ ماہ قبل آرمی پبلک سکول جیسے دنیاوی تعلیمی ادارے سے شروعات کی جس کے نتیجے میں باچا خان یونیورسٹی کو بھی یہ دن دیکھنا پڑا۔ ملک خداداد جو پہلے سے ہی سائنس اور ٹیکنالوجی میں کہیں پیچھے ہے، وہاں اعلیٰ تعلیمی اداروں کو دہشت

گردی کی نظر کرنے میں یہی راز مضمحل ہے کہ ان اداروں کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے طلباء کی تعداد کم سے کم تر ہو جائے اور مزید ملک پاکستان کو جہالت کے اندھیرے میں دھکیل دیا جائے۔ حالیہ دہشت گردی کبھی مساجد و مدارس میں دھماکے تو کبھی سکول کالج و یونیورسٹی میں، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، کسی مسلمان کو قصداً قتل کر دینے سے اسلام قاتل کو مغلذنی النار قرار دیتا ہے۔ اسلام انتہائی امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ لکھتار ہوں کہ یہ کرب سے معمور قلب کی دوا ہے لیکن اکتفاء کرنا ناگزیر ہے کہ لوگ الفاظ پڑھتے ہیں اور ہم احساس لکھتے ہیں۔ محترم مسلمان بھائیوں! اپنی زبوں حالی کو دوبارہ سے عروج میں بدلنے کے لیے چند امور کو سرانجام دینا ہوگا۔

- اللہ کے حضور سچی توبہ کرنی ہوگی تاکہ اللہ ہماری ابتر حالت کو بہتر بنانے میں ہمارا مدد و معاون ثابت ہو اور اللہ کی نصرت ہمیشہ شامل حال رہے۔
- دینی و عصری علوم حاصل کرنے والے طلباء کرام کو ایک دوسرے کے دست و بازو بننا ہوگا۔ مل کر کام کرنا ہوگا۔ دہشت گردی کے خلاف ایک ہی محاذ پر کھڑے ہو کر لڑنا ہوگا۔
- مذہبی اور عسکری قوتوں کو ایک دوسرے کو سمجھنا ہوگا اور ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

جب ہی ہم مذکورہ امور کو سرانجام دیں گے تب ہی امت مسلمہ سکون اور چین کا سانس لے سکے گی، اور اسلام اور پاکستان دشمن عناصر کا خواب پیوند خاک ہو کر شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اللہ ہمیں متحد اور متفق ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

## ہر قسم جادو سے حفاظت کے لئے

حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ چند کلمات اگر میں نہ کہتا تو یہود مجھ کو گدھا بنا دیتے۔ کسی نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں، انہوں نے یہ بتائے۔

أَعُوذُ بِوَجْهِ اللَّهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللَّهِ الْحُسْنَى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ۔ [مشکوٰۃ، مظاہر حق جدید]

## عورت۔۔ مغربی فکری یلغار کے تناظر میں

ڈاکٹر عبداللہ

عورت کیا ہے؟ حوا علیہ السلام کا جگر گوشہ، آسیہ رضی اللہ عنہا کی استقامت، مریم علیہ السلام کی عصمت، خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تعاون، عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم، فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا، خنساء رضی اللہ عنہا کی شاعری، عاتکہ رضی اللہ عنہا کا غصہ، صفیہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت، فاطمہ بنت عبد اللہ کی شہادت، زینب الغزالی کی قربانی، مردہ الشربینی کا حجاب۔ ان تمام عناصر کے مجموعہ کا نام عورت ہے۔

اسلام سے پہلے انسانی سماج میں صنف نازک کی حیثیت صفر اور ثانویت کے درمیان معلق رہی۔ مردوں کے خود ساختہ قوانین نے نصف بہتر کو نصف بد تر بنا دیا۔ اسلام نے وحشیوں کے چنگل سے نکال کر اعتدال اور احسان کا معاملہ کیا۔ فلسفی حضرات ہمیشہ اس موضوع کو لے کر غلو اور شدت کے سمندر میں غوطہ زن نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت یا تو سر کی ٹوپی یا پیر کی جوتی یا ہاتھ کی طوطی رہی ہے۔ محسن انسانیت ﷺ کے سوا کسی نے اسے دل کے قریب رکھنے کی تعلیم نہیں دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ آگینے ہیں، گویا ہدایت دی گئی کہ ان آگینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ آپ ﷺ نے ہی صالح عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا۔

علامہ عامر عثمانی رحمہ اللہ کی بلیغ زبان میں عورت ماں کا پیار، بہن کا وقار، بیوی کا سنگھار اور بیٹی کا ڈلار ہے۔ مغرب کے دانشوران نے جس شاطرانہ انداز سے زن کو نازن بنایا، اسے دیکھتے ہوئے لب گنگنانے لگتے ہیں۔

سچ پوچھیے تو ان کو مردوں ہی نے بگاڑا

شرم و حیا کا پردہ پھر عورتوں نے پھاڑا

ان شکاریوں نے چار دیواری پر مشتمل محفوظ قلعہ کو قفس بے جا کھ کر اسے مساوات، شوہر اور کیریئر کے پُر فریب نعروں کے سہارے گھر سے بے گھر کیا۔ اعلیٰ عہدوں پر صرف چند براجمان ہو سکیں۔ مگر اکثر کا ایئر ہوسٹس، سیکریٹری، قلی، رسپشنسٹ، سیلز پرسن اور نرس بن کر جگہ جگہ دھکے کھانا اور مردوں کی جھڑکیاں اور دھمکیاں سننا مقدر ٹھہرا۔ جدیدیت کی دوڑ میں بے چاری دوپاٹوں کے درمیان پس رہی

ہے۔ مغربی معاشرے نے عورت کو گرل فرینڈ، داشتہ، کنیز بنایا مگر شریک سفر اور شریک حیات نہیں۔ اس کی حیثیت نشوونما سے زیادہ نہیں۔ جہاں حسن اور شباب رفاقت کا معیار ہوتے ہیں۔ وہاں عورت نام ہے بدن کا کہ روح کا، خواہش کا کہ احساس کا، استعمال و استحصال کا کہ عظمت اہل و عیال کا۔ جب چہرے پر جھریاں، جلد پر نشان اور بدن میں رعشہ پیدا ہو تو اس کی جگہ اولڈ ہوم میں بحق حکومت محفوظ ہوتی ہے۔ جب بنات حرم کو تربیت سے محرومی کے سبب عصری تعلیمی اداروں میں مغرب کی مرد گزیدہ عورتوں کے نقش قدم پر چلتا اور ردائے حرم سے عاری دیکھتا ہوں تو بے ساختہ جسم کارواں رواں بارگاہ الہی میں یوں فریاد کرتا ہے۔

یہ قندیل حیا یارب رہے فانوس کے اندر      یہ جسم پار سایا یارب رہے ملبوس کے اندر





## سوچ اور الفاظ تبدیل کریں

<p>اللہ دیکھ رہا ہے۔ ✓</p> <p>اللہ ہر بات سُنتے والا ہے۔ ✓</p> <p>محنت کر کے کمانے والا اللہ کو محبوب ہے۔ ✓</p> <p>توکل، صبر، قناعت اور اللہ کے چاہنے سے زندگی آسان ہوتی ہے۔ ✓</p> <p>ایمان ہے تو سب کچھ ہے۔ ✓</p> <p>اللہ کے چاہنے سے کام بنتے اور بگڑتے ہیں۔ ✓</p> <p>مجھے اور میرے گھر والوں کو اللہ اپنی قدرت سے چلا رہے ہیں۔ ✓</p> <p>لوگ خراب ہو گئے۔ ✓</p> <p>سچ کے بغیر تجارت و کاروبار میں برکت نہیں۔ ✓</p> <p>دو دن کی زندگی ہے اللہ کی ناراضگی والے اعمال سے بچو۔ ✓</p>	<p>1 کیمرہ کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔ ✗</p> <p>2 دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ✗</p> <p>3 کماؤ گے نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے؟ ✗</p> <p>4 چھوٹا خاندان زندگی آسان۔ ✗</p> <p>5 پیسہ ہے تو سب کچھ ہے۔ ✗</p> <p>6 پیسے سے سارے کام بنتے ہیں ✗</p> <p>7 میں اکیلا اپنے گھر کو چلا رہا ہوں۔ ✗</p> <p>8 زمانہ بڑا خراب ہے۔ ✗</p> <p>9 جھوٹ کے بغیر تجارت و کاروبار ناممکن ہے۔ ✗</p> <p>10 دو دن کی زندگی ہے خوب انجوائے کرو۔ ✗</p>
--	---

## ایک نصیحت ایک در خواست

ام رومان

خواتین کو گھریلو زندگی میں پیش آنے والی مشکلات اور پریشانیوں کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا جائے تو اس میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے اور کس حد تک ہم اپنی ماؤں بہنوں کی امیدوں پر پورا اتر سکے، تو وہ خود فیصلہ کر سکتی ہیں کہ ان کا فیصلہ ہی ہمارا قد بڑھائے اور گھٹائے گا۔ اب ایک نصیحت بھی سن لیں۔ میری طرف سے نہیں، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی طرف سے ہے۔ وہ خواتین کہ جنہیں سسرال میں نباہ ہونا مشکل نظر آتا ہے، وہ اسے ضرور پڑھیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ”جب تک ساس سسر زندہ رہیں، بہو کو چاہیے کہ ان کی خدمت اور تابعداری کو فرض سمجھے اور اس میں اپنی عزت سمجھے، ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرے کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہونے کی یہی جڑ ہے۔“

خود سوچیں کہ بچے کو ماں باپ نے پاس پوس کر جوان کیا۔ اب جہاں میاں جوان ہوئے، بیوی صاحبہ آتے ہی بوڑھے ماں باپ سے اس کو الگ کرنے کی سازش شروع کر دیتی ہے، حالانکہ ماں باپ اس امید پر شادی کرتے ہیں کہ ہم بوڑھے ہو گئے ہیں، بہو آئے گی تو ہمیں ایک گلاس پانی دے گی، کچھ پکا کر کھلائے گی لیکن وہاں معاملہ الٹا ہوتا ہے۔ جب بہو آئی تو ڈولی سے اترتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی ماں باپ کو چھوڑ دے، پھر جب ماں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرے بیٹے کو مجھ سے چھڑا رہی ہے تو فساد شروع ہو جاتا ہے اور پھر بہو شکایت کرتی ہے کہ ساس بڑی ظالم ہے۔ ذرا خود بھی تو سوچو کہ تمہاری بھی کوئی زیادتی ہے یا نہیں؟ جب تمہارا بیٹا جوان ہو گا، تمہاری بہو آئے گی اور تمہارے بیٹے کو تمہارا مخالف بنائے گی، تب پتا چلے گا۔ لہذا آج اپنے بڑوں کا ادب کر لو۔ جتنا ادب اپنے ساس سسر کا کرے گی، اتنا ہی ادب اللہ تعالیٰ اس کی بہو سے کرے گا۔

یہ بات حدیث سے ثابت ہے اور راوی بھی حضرت انسؓ ہیں کہ جو اپنے بڑے بوڑھوں کی عزت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹوں سے اس کو عزت دلائیں گے۔ جو جوانی میں اپنے بڑوں کی عزت کرتا ہے تو جب یہ جوان بوڑھا ہو گا اور اس کے چھوٹے جوان ہوں گے تو وہ اس کا ادب کریں گے، کیونکہ اس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا تھا۔“

اب گیند آپ کے کورٹ میں ہے۔ آپ کا آج آپ کے کل کا فیصلہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

منازل و مضامین

دین کے لبادے میں دین کو نقصان پہنچانے والے کی سزا

(سامری کے واقعہ سے درس عبرت)

مولانا عبدالباری راشد  
مدرس ہائے تفسیر القرآن روست آباد پٹنار

قرآن عظیم الشان سرِ اہم کتاب ہدایت و رحمت ہے۔ اس کے ہر لفظ اور حرف سے ہدایت اور روشنی نکلتی ہے۔ قرآن میں انسانوں کی راہنمائی اور اصلاح کے لیے ہر مناسب اور موثر طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ ان موثر طریقوں سے ایک طریقہ گذشتہ لوگوں کے قصص اور واقعات ہیں۔ ان واقعات کے ذکر کرنے میں کئی حکمتیں اور فوائد ہیں، جن میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آئندہ آنے والے لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے قرآنی راہنمائی میں زندگی بسر کر سکیں۔

ان قرآنی واقعات میں سے ایک واقعہ سامری کا بھی ہے۔ سامری وہ منافق برائے نام مسلمان تھا جس نے سونے چاندی سے ایک چھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا کر کے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کئی سالہ سعی اور محنت پر پانی پھیرنے کی مذموم کوشش کی۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موسیٰ علیہ السلام نے بروقت خبر گیری کرتے ہوئے اپنی قوم کو سامری کے کرتوتوں سے باخبر کر کے اسکے منصوبے کو کامیاب ہونے نہ دیا اور جو لوگ اسکے بہکانے سے چھڑے کی عبادت کر کے شرک میں مبتلا ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آخر کار ان کی توبہ قبول فرمائی جس کی تفصیل قرآن میں مختلف مقامات پر مذکور ہے۔

بہر حال سامری چونکہ بظاہر مسلمان اور بنی اسرائیل میں شامل تھا اور اس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دینداری کے نام پر موسیٰ علیہ السلام کے قوم کو گمراہ کرنے اور دین کے لبادے میں دین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا بھی سخت دی۔ سورۃ طہ میں سامری کا یہ واقعہ ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے زبانی تین سزائیں سنائی جس میں دو سزائیں دنیوی اور ایک آخری ہے۔

پہلی (دنیوی) سزا:

دنیا میں ایک سزا یہ دی کہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر سب لوگ اس سے مقاطعہ اور بائیکاٹ کرے۔ بنی اسرائیل پر یہ لازم کر دیا گیا کہ کوئی بھی اسکے پاس نہ جائے نہ ملے اور نہ کوئی اس سے ہاتھ ملائے اور اس

کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ کسی سے ملے۔ زندگی بھر اسی طرح وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے۔

اس سزا کے بارے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو یہ سزا اور پابندی قانونی حکم کی صورت میں دی گئی ہو جس کی پابندی اس پر اور تمام بنی اسرائیل پر موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے لازم کر دی گئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے جسم میں بقدرت الہی کوئی ایسی بیماری پیدا کی گئی ہو کہ نہ وہ کسی کو چھوسکے اور نہ کوئی اسکو چھوسکے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اگر وہ کسی کو ہاتھ لگاتا یا کوئی اسکو ہاتھ لگاتا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ اس ڈر کے مارے وہ سب سے الگ بھاگا پھرتا تھا۔ اگر وہ کسی کو قریب آتے دیکھتا تو دور سے پکارتا، "لامساس" یعنی کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائیں، گویا کہ یہ اسکے ساتھ ایک قسم کا معاشرتی اور سوشل بائیکاٹ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت اور بُد پیدا ہو گئی۔

دوسری (دنیوی) سزا:

دوسری سزا یہ تھی کہ سامری نے جو منصوبہ بنایا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسکی قوم کو گمراہ کر کے معاشرے میں دین کے نام پر فساد اور بگاڑ پیدا کرے، اگرچہ بنی اسرائیل کے بعض سادہ لوح قسم کے لوگ اسکے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر شرک کی گندگی میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن آخر کار سامری اپنے اس منصوبے میں ناکام و نامراد ہوا۔ اور لوگوں پر اسکی حقیقت اور خبیث باطن ظاہر ہو گئی۔ جس پچھڑے کو اس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بنایا تھا، اور اس پر نجانے کتنی محنت کی تھی، اس کو موسیٰ علیہ السلام نے پگلا کر دریا میں بہا کر ہمیشہ کے لیے اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ تفسیر کشاف میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ سامری جس چیز کے ذریعے خود بھی فتنے میں مبتلا تھا اور لوگوں کو بھی فتنے میں مبتلا کر دیا تھا وہ ضائع ہوا اور جو محنت اور منصوبہ بندی اس نے کی تھی وہ سب رائیگاں گئی۔

تیسری (آخری) سزا:

تیسری سزا جو کہ اخروی ہے یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دنیا کی ذلت و رسوائی کے علاوہ آخرت میں بھی تیرے ساتھ ہمیشہ کی سزا و عذاب کا ایک ایسا وعدہ ہے جسکی خلاف ورزی ممکن نہیں اور جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ سامری کو تین سزائیں ملی (۱) لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت کا پیدا ہونا اور معاشرتی بائیکاٹ (۲) اسکی محنت کا ضائع ہو کر منصوبہ ناکام ہونا (۳) آخرت کی سزا جو کہ یقینی ہے۔



ادب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام

ادارہ

عروہ بن مسعود ثقفیؓ جو صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان ثالثی کا فریضہ انجام دے رہے تھے، انہوں نے اس وقت پیغمبر ﷺ کی مجلس کا جو نظارہ دیکھا، اس کو مشرکین کے سامنے جا کر اس طرح بیان کیا:

“اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہوا ہوں مگر بخدا میں نے کبھی کہیں کسی بھی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی قدر اور عزت کرتے ہوں، جتنی محمد ﷺ کے صحابہؓ، محمد ﷺ کی عظمت کرتے ہیں۔

قسم بخدا! آپ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا بلغم اور تھوک ان صحابہؓ میں کسی آدمی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔

جب آپ ﷺ ان کو کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ اس کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔

جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی کو لینے کے لیے ان میں جھگڑا سا ہونے لگتا ہے۔

جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کے دربار میں اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی انتہائی عظمت کی بنا پر وہ آپ ﷺ کی طرف نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں ہیں۔”

عروہ بن مسعودؓ نے جو مشاہدہ بیان کیا

یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں، بلکہ صحابہؓ کا یہ معاملہ ہر روز اور ہر جگہ تھا۔ حضرات صحابہؓ نے محبت رسول ﷺ اور جان نثاری اور فدویت کے ایسے نمونے پیش فرمائے ہیں کہ ان کے مقابلے میں شیریں فرہاد اور لیلیٰ مجنوں کے قصے قطعاً بے حیثیت معلوم ہوتے ہیں۔

## جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں

انٹرنیٹ شمس المصباح آخری

### جامعہ تبلیغ القرآن

#### اصلاحی بیانات:

- 7 جنوری 2016ء کو جامعہ میں جناب مفتی ضیاء الحق صاحب نے ”اسلامی معاشرہ میں خواتین کا کردار“ کے عنوان پر بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔
- 21 جنوری 2016ء کو جامعہ میں مفتی محمد حسین صاحب نے ”ازواج مطہرات کی دینی خدمات“ کے عنوان پر تفصیلی بیان کیا۔
- 4 فروری 2016ء کو مفتی محمد حسین صاحب نے خواتین اسلام کو عام اصلاحی بیان کیا، جس میں کثیر تعداد میں اہل محلہ خواتین و طالبات نے شرکت کی۔
- 18 فروری 2016ء کو رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے خواتین اسلام کو ”توحید، سنت اور قرآن“ کے عنوان پر مفصل بیان کیا۔
- جامعہ میں درس نظامی کے طلبہ و طالبات کے لیے ہر ہفتہ بروز منگل ہفتہ وار اصلاحی، فکری اور تربیتی بیانات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جو حضرت مفتی صاحب کیا کرتے ہیں۔

### درس نظامی

#### یوم سرپرستان:

درس نظامی کے طلباء و طالبات کا چہار ماہی امتحان کے بعد ہر سال جامعہ میں یوم سرپرستان کا انعقاد ہوتا ہے جس میں طلبہ و طالبات کے والدین شرکت کرتے ہیں۔ حسب معمول امسال بھی 18 جنوری 2016 بروز اتوار یوم سرپرستان کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں طلبہ نے عربی، اردو اور پشتو زبانوں میں تقاریر کیں۔ آخر میں جامعہ کے رئیس و نائب رئیس کا سرپرستان سے خطاب ہوا اور کامیاب طلبہ کو انعامات دیئے گئے اور آخر میں مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔

## تدریب المعلمین کورس:

معماری تعلیم و تربیت اور بہترین نظام کے لیے معلمین کی تربیت ایک ضروری امر ہے۔ اس خیال سے جامعہ ہر سال معلمین کے لیے تدریب کا اہتمام کرتا ہے اس سال بھی 24 جنوری بروز اتوار یک روزہ تدریب المعلمین کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم جامعہ عثمانیہ و صوبائی ناظم وفاق المدارس) نے تدریب کی خدمات انجام دیے۔ کلاس میں جامعہ کے معلمین و معلمات اور گردنواح کے مختلف مدارس کے مدرسین نے شرکت کی۔

## تحریری و تفسیری مقابلہ:

تحریر و تقریر میں نکھار کے لیے اور طلبہ میں مقابلہ کے لئے ایک اجتماعی بزم کا انعقاد ہوا جس میں اچھی تقریر کرنے والے اور مقالہ نگاری میں بہتر تحریر لکھنے والوں کو انعامات سے نوازا گیا۔

## انجمن طلباء شوری:

انجمن طلبہ جامعہ کے ذمہ داران کی مفتی صاحب سے ماہانہ میٹنگ ہوئی جس میں طلبہ کا شب مذاکرہ کے انعقاد اور انتظامات کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

## تَبْلِیغُ الْقُرْآنِ تَعْلِیْمِی سَوَسائٹی

### تعارفی سیمینارز:

تَبْلِیغُ الْقُرْآنِ تَعْلِیْمِی سَوَسائٹی نے جنوری میں "العلم اکیڈمی اسکول" کے لیے اپنے تمام شاخوں میں تعارفی سیمینارز مقرر کیے۔ جس کی ذمہ داری مولانا لقمان احمد اور سوسائٹی کے دیگر ذمہ داران نے پوری کی۔

### پرائکٹرمیٹنگ:

شعبہ اطفال میں پرائکٹرز نظام کی بہتری کے لیے جنوری میں مختلف اوقات میں پرائکٹرز کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔

### بزم ادب:

سوسائٹی نے 15 فروری کو بنین مکاتب کے درمیان ایک اجتماعی بزم ادب کا مرکزی سطح پر انعقاد کیا تھا۔ جس میں 7 مکاتب نے شرکت کی۔ اول، دوم اور سوم آنے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

### دورہ حبات مکاتب:

فروری کے مہینے میں نئے سال کے حوالے سے مختلف مکاتب کے دورے بھی کئے گئے اس موقع پر نئے سال کے لائحہ عمل اور ترتیب کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

## تنظیمی سرگرمیاں

### منظمہ اجلاس:

4 جنوری 2016ء کو جامعہ میں منظمہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ہر شعبہ کے سالانہ لائحہ عمل کے حوالے سے تفصیلی بحث ہوئی اور انتظامی امور کو احسن طریقے سے سرانجام پانے کے لیے مختلف اداروں و شعبہ جات کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ خاص کر پانچ اداروں (جامعہ تبلیغ القرآن للبنین، جامعہ للبنات، خادم ویلفیئر سوسائٹی، العلم ایجوکیشن سسٹم اور تنظیم) کے لئے پانچ پانچ افراد پر مشتمل کمیٹیاں تشکیل دی گئی جو متعلقہ اداروں کے انتظامی امور کو چلائیں گے۔

### دوماہی اجلاس:

19 فروری 2016ء کو جامعہ میں شعبہ تنظیم کا دوماہی ناظمین اجلاس منعقد کیا گیا جس میں شعبہ تنظیم کے سالانہ لائحہ عمل پر گفتگو ہوئی۔ اور ہر یونٹ نے سال 2015ء کی مکمل رپورٹ پیش کی اور آخر میں اپنے اپنے یونٹوں میں لائحہ عمل کے مطابق منظمہ کام کرنے کی ہدایات دی گئی۔

شب مذاکرہ:

20 فروری 2016ء کو شعبہ مقننہ و منظمہ کے ارکان کی فکری و روحانی تربیت کے حوالے سے شب مذاکرہ منعقد کیا گیا۔ یہ مجلس پانچ نشستوں پر مشتمل تھی۔ (1) فکری تربیتی نشست (2) روحانی نشست (3) مطالعہ نشست (4) سوال جواب نشست (5) منظمہ اجلاس۔ شب مذاکرہ کے معمولات رات 8 بجے سے لیکر 12 بجے تک جاری رہے۔

## مختلف سرگرمیاں

### نماز جنازہ شرکت:

- 7 جنوری 2016ء کو جامعہ تبلیغ القرآن کے اہم سابق ساتھی احسان اللہ بن کریم اللہ مرحوم کی وفات پر انکے اہل خانہ سے تعزیت و دعائے مغفرت اور جنازہ میں جامعہ کے تمام ساتھیوں نے شرکت کی۔
- 18 جنوری 2016ء کو رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب، مولانا لقمان احمد صاحب اور محترم رحمان وزیر صاحب، ناظم جناب فیاض خان صاحب آف چارسدہ کے چچا کی تعزیت کے لیے گئے۔

- 2 فروری 2016ء کو رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب، محترم وزیر موسیٰ اور جناب گل محمد (امیر طلبہ جامعہ) نوشہہ صدر پشاور میں شیخ القرآن کے شاگرد مولانا عبد القدیر صاحب کی وفات پر ان کے اہل خانہ سے تعزیت کرنے کے لیے گئے۔
- 10 فروری 2016ء کو رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب، نائب رئیس جامعہ ڈاکٹر حشمت علی صاحب اور محترم وزیر موسیٰ صاحب ہوسئی مردان میں معروف محقق سکالر جناب مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب اور ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء صاحب کی والدہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔
- 11 فروری 2016ء کو رئیس جامعہ محترم جناب حضرت مفتی صاحب، نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صاحب اور جناب امجد علی صاحب، حاجی حلیم جان (صدر تاجران پشاور) کی وفات پر ان کے اہل خانہ اور بیٹوں سے تعزیت و دعائے مغفرت کے لیے ان کی رہائش گاہ پر گئے۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرما کر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

### مہمانان آمد:

- 7 جنوری 2016ء کو کوئٹہ سے مولانا آغا محمد صاحب اور دیگر علماء کرام جامعہ تشریف لائے تھے اور جامعہ کی دینی و فاقہی خدمات کو سراہا۔
- 13 جنوری 2016ء کو شرینگل سے مفتی گوہر صاحب مع ساتھیوں کے جامعہ تشریف لائے۔
- 29 جنوری 2016ء کو کوئٹہ پشین سے محترم شیخ حافظ انور صاحب اور دیگر علماء جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب سے خصوصی نشست ہوئی۔
- 5 فروری 2016ء کو محترم جناب مفتی مسلم نستوی صاحب جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات اور مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔
- 20 فروری 2016ء کو جناب مولانا مستقیم صاحب مکتب سسٹم سکول حویلیاں ایبٹ آباد جامعہ تشریف لائے اور العلم اکیڈمی اسکول میں انگلش و عربی لینگویج کے بارے میں میٹنگ ہوئی۔ میٹنگ میں نیجنگ ڈائریکٹر العلم اکیڈمی جناب یوسف ظفر صاحب اور ڈائریکٹر اکیڈمک جناب شکیل احمد صاحب بھی موجود تھے۔

## جامعہ مفتاح العلوم پروگرام میں شرکت:

9 فروری 2016ء کو ریکس جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب، مفتی ضیاء الحق صاحب قاری احتشام الحق صاحب اور وزیر موسیٰ صاحب جامعہ مفتاح العلوم خوشحال گڑھ تخت بھائی کے طلبہ امیر قاری ابراہیم صاحب کی دعوت پر وہاں گئے جبکہ حضرت مفتی صاحب کا طلبہ سے ”طلباء کی دینی و ملی ذمہ داریوں“ کے عنوان پر تفصیلی خطاب ہوا اور مفتاح العلوم کے شیخ الحدیث مولانا صفی اللہ صاحب، نائب شیخ الحدیث مولانا کلیم اللہ اور مولانا احسان اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

خادم ویلفیئر سوسائٹی (KWS)

## خادم:

خادم ویلفیئر سوسائٹی نئے سال میں خدمت خلق جیسے عظیم کام کو سرانجام دینے کے لیے بہترین لائحہ عمل بفضل اللہ تعالیٰ ترتیب دیا ہے۔ 15 جنوری کو خادم کے تمام نئے اور پرانے رضاکاروں کے لیے تقریب حلف برداری منعقد کی گئی جس کے مہمانان خصوصی جناب مفتی محمد ایاز صاحب اور ڈپٹی اسسٹنٹ کمشنر جناب احمد کمال صاحب تھے۔ تقریب میں خادم ویلفیئر سوسائٹی کے تقریباً 100 رضاکاروں نے خدمت خلق میں رضاکارانہ طور پر کام کرنے کا عہد کیا اور ساتھ ہی سوسائٹی کا سال 2016ء کا جامع لائحہ عمل پیش کیا گیا۔

ان تمام امور کو احسن طریقے سے ادا کرنے کے لیے چھ (6) رکنی بنیادی (کور) ٹیم مقرر کی گئی ہے۔ جن کے زیر نگرانی 9 ٹیموں کے لیڈر انتظامی امور سرانجام دیں گے۔

## العلم ایجوکیشن سسٹم (AES)

• العلم ایجوکیشن سسٹم کے زیر انتظام اور جامعہ کی سرپرستی میں جنوری کے مہینے میں العلم ایڈمیٹریا جو نیئر سکول میں اساتذہ کی بھرتی، فرنیچر کی تیاری، ایس او پی اور مونو گرام فائنل کرنے، پراسپیکٹس کی تیاری، سیکورٹی کیمرے اور آگ بجھانے والے آلات، بائیو میٹرک حاضری سسٹم کی تنصیب جیسے انتظامات مکمل کر لیے گئے۔

• 7 فروری بروز اتوار العلم ایڈمیٹریا جو نیئر سکول کے تفصیلی تعارف کے لیے ایک تعارفی اور افتتاحی سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں ادارے کے تاریخی پس منظر، نظام، نصاب، سہولیات، خصوصیات اور امتیازات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی، اور والدین کو اس سے حاصل ہونے والے فوائد سے آگاہ کیا گیا۔ سیمینار سے العلم ایڈمیٹریا سکول کے چیئر مین مفتی محمد ایاز صاحب، چیف ایگزیکٹو ڈائریکٹر

مولانا حشمت علی صافی صاحب، ڈائریکٹر تشکیل احمد صاحب اور پرنسپل جناب یوسف ظفر نے خطاب کیا۔

• افتتاح کے بعد سکول میں نئی کلاسوں میں داخلے کا اجراء ہوا اور منتخب شدہ اساتذہ سے مفاہمتی یادداشت (ایم او) پر دستخط لیا گیا۔

• 8 فروری تا 2 مارچ تک خصوصی تربیتی پروگرام جس میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے درکار صلاحیتوں کا حصول، نبی کریم ﷺ کے طریق تدریس، ایک اچھے استاد کے اوصاف، چھوٹے بچوں کی تربیت کے طریقے، طریق ہائے تدریس، دینی قابلیت بڑھانے کے ذرائع و طریقے، زندگی گزارنے کی مہارتیں، ہم نصابی سرگرمیاں، تدریسی معاونات کا استعمال، موثر اسامی کا طریقہ، اساتذہ میٹنگ اور اسکے قواعد و ضوابط، فن قصہ گوئی، اجتماعی سرگرمیوں کے انعقاد کا طریقہ، کمپیوٹر ٹریننگ، سٹاف انڈکشن، ابتدائی طبی امداد، ہنگامی حالت سے نمٹنے کے طریقوں اور دیگر کئی موضوعات پر تفصیلی تربیت فراہم کی گئی۔

• ٹیچنگ سٹاف سے مختلف سرگرمیاں سرانجام دلوائی گئیں مثلاً (1) کلاس روم ڈیکوریشن (2) سکول ڈیکوریشن (3) سکول ٹائم ٹیبل (4) اسباق کی منصوبہ بندی (5) بچوں کے سکول کے لمحات کو دلچسپ بنانے کے لیے تحائف و دیگر اشیاء کی تیاری وغیرہ۔

• 3 مارچ سے زسری اور پریپ کلاس کے اسباق کے لیے سکول شروع ہوا اور نئے آنے والے بچے بچیوں کا بہترین انداز میں استقبال کیا گیا۔

• دن، ٹو اور تھری کلاسز دیگر سکولوں میں مارچ کے امتحانات کے بعد شروع ہونگے۔

مزید تفصیلات کے لیے ہماری ویب سائٹ [www.alilmeducationorg/academia](http://www.alilmeducationorg/academia)

اور ای میل [info@alilmeducation.org](mailto:info@alilmeducation.org) پر حاصل کی جاسکتی ہے۔

دولت کے تمام حقوق (زکوٰۃ، صدقات اور ادائیگیاں) پورے کیجیے۔ مال کی برکت اور دکھوں سے نجات کارا اسی میں مضمر ہے۔

## نداء للعلماء (علماء کرام سے خطاب)

للشیخ عبدالرحمان بن محمد بن الحسن بن حجر الحسفی الجزائری

ترجمہ و انتخاب: عبدالباری راشد

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ لُبُّوا دَعْوَةً تَعْلِي مَقَامِكُمْ عَلَى كَيْوَانِ

اے علماء کرام؛ دین کی دعوت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اس سے تمہارا مقام بلند ہو جائے گا۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ هُبُّوا هَبَّةً قَدْ طَالَ نَوْمُكُمْ إِلَى ذَا الْآنِ

اے علماء کرام؛ اب تک تم گہری نیند سوچکے اب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ قَوْمُوا قَوْمَةً لِلَّهِ تَعْلِي كَلِمَةِ الْإِيمَانِ

اے علماء کرام؛ اللہ کی رضا کے لیے کھڑے ہو جاؤ تاکہ ایمان کا کلمہ سر بلند ہو جائے۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ عَزِّمُوا صَادِقٍ مُتَجَرِّدٍ لِلَّهِ غَيْرِ جُبَانٍ

اے علماء کرام؛ خالص اللہ کی رضا کے لیے بغیر کسی بزدلی کے سچا عزم لیکر اٹھو۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ أَنْتُمْ مُلْتَجَاؤُا لِلدِّينِ عِنْدَ تَفَاقُمِ الْحَدَثَانِ

اے علماء کرام؛ تم ہی ناسازگار حوادث کے وقت دین کے لیے جائے پناہ ہو۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ كُونُوا أَقْدَوَةً لِلنَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ

اے علماء کرام؛ اسلام اور احسان میں لوگوں کے لیے نمونہ اور مقتدا بن جاؤ۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ أَنْتُمْ حُجَّةٌ لِلنَّاسِ فَادْعُوهُمْ إِلَى الْقُرْآنِ

اے علماء کرام؛ تم لوگوں کے لیے حجت ہوں لہذا ان کو قرآن کی طرف بلاؤ۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ إِنَّ سَكُوتَكُمْ مِنْ حُجَّةِ الْجُهَالِ كُلِّ زَمَانٍ

اے علماء کرام؛ تمہارا خاموش رہنا جاہلوں کے لیے ہر زمانے میں دلیل بن جاتا ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ لَا تَتَّخِذُوا لَوْا وَتَعَاوُوا فِي الْحَقِّ لَا الْعُدْوَانَ

اے علماء کرام؛ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا مت چھوڑو بلکہ حق میں ایک دوسرے کی مدد کرو، نہ کہ ظلم و زیادتی میں۔

وَتَجَرَّدُوا لِلَّهِ مِنْ أَهْوَائِكُمْ وَدَعُوا التَّنَافُسَ فِي الْحُطَّامِ الْفَانِي

اور اللہ کے لیے اپنے خواہشات کو چھوڑو اور فانی دنیا کے ساز و سامان میں رغبت نہ کرو۔

وَتَعَاقَدُوا وَتَعَاهَدُوا أَنْ تَنْصُرُوا مُتَعَاضِدِينَ شَرِيعةَ الرَّحْمَانِ

اور اللہ رحمان کے دین کو مضبوط کرنے کے لیے آپس میں عہد و پیمانہ کرو۔

كُونُوا بِحَيْثُ يَكُونُ نَصَبٌ عِيُونِكُمْ نَصْرُ الْكِتَابِ وَسُنَّةِ الْإِيمَانِ

اس طرح بن جاؤ کہ تمہارا نصب العین کتاب و سنت کی خدمت اور نصرت ہو۔

قَدْ فَرَقْنَا كَثْرَةَ الْأَرَاذِلِ إِذْ صِرْنَا نَشَاءِ بِهَا بِلَا بُرْهَانَ

حقیقت یہ ہے کہ کثرتِ اختلاف نے ہمیں مختلف گروہوں میں بانٹ دیا ہے اور ہم بغیر کسی دلیل کے اس کی پرچار کر رہے ہیں۔

وَمِنْ أَجْلِهَا صِرْنَا يُعَادِي بَعْضُنَا بَعْضًا بِلَا حَقِّ وَلَا مِيزَانَ

اور اسی اختلاف کی وجہ سے ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہم ناحق اور بغیر انصاف کے ایک دوسرے سے عداوت کرنے لگے ہیں۔

وَعَدَاتُ أَحْوَاةٍ دِينِنَا مَقْطُوعَةٌ وَالظُّلْمُ مَعْرُوفٌ عَنِ الْإِنْسَانِ

اور ہمارے درمیان دینی اخوت ختم ہو گئی اور ہر انسان ظلم پر آمادہ ہے۔

وَاللَّهُ أَلْفَ بَيْنِنَا فِي دِينِهِ وَعَلَى التَّفَرُّقِ عَابٌ فِي الْقُرْآنِ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دین میں ہمارے دلوں کو ایک کر دیا تھا اور قرآن مجید نے تفرقہ پیدا کرنے کی مذمت بیان کی ہے۔

عُودُوا يَا بَنِي سَمَاعَةَ الَّذِينَ الَّذِينَ كُتِبَ لَهُ فِي عِزَّةٍ وَصِيَانِ

اے علماء کرام؛ تم ہمیں اُس دین کی اسانی کی طرف لے جاؤ جس کی وجہ سے ہم باعزت اور محفوظ ہیں۔

عُودُوا يَا كَاكِبَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدَى أَسْلَافُكُمْ فِي سَالِفِ الْأَزْمَانِ

اُس ہدایت کی طرف لوٹ آؤ جس پر پچھلے زمانوں میں تمہارے اسلاف کا رہنا تھے۔

فَايَكُمُ تَتَطَلَّعُ الْأَنْظَارُ فِي تَوْجِيدِ كَلِمَتِنَا عَلَى الْإِيمَانِ

اے علماء کرام؛ ہمیں ایمان کے کلمے پر متحد کرنے کے لیے لوگوں کی نظریں تمہارے ہی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔

فَاللَّهُ يَنْصُرُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَاللَّهُ يَخْذُلُ نَاصِرَ الشَّيْطَانِ

اللہ تعالیٰ اسی کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ شیطان کی مدد کرنے والوں کو رسوا

کرتا ہے۔ (ماخوذ از قصیدۃ الدر المنظوم فی نصرة النبی المعصوم)